لجنہ سا ل//2021-2020 //شمارہ نمبر 3

النصرت

لجنہ اماءاللہ برطانیہ کا تعلیمی و تربیتی مجلّہ

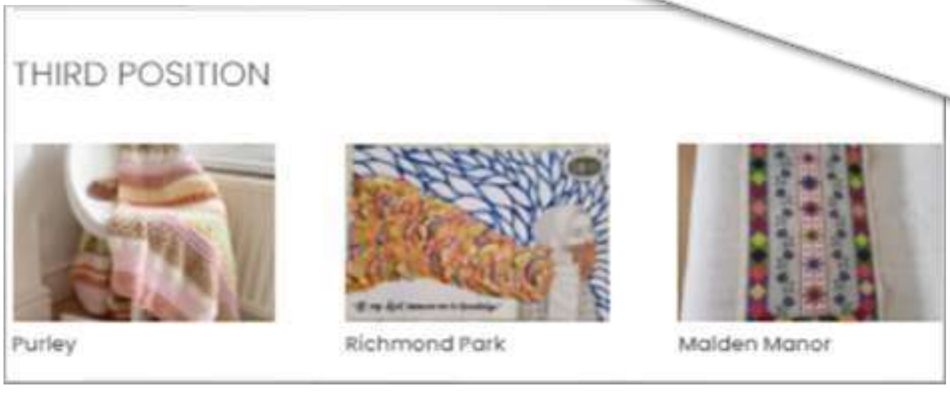

Source: https://lajna.org.uk/industry-handicraft-winners-2021/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

النصرت

عہد لجنہ اماء اللہ

أَشۡهَدُ أَنۡ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَأَشۡهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ۔

”میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی۔ نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔“ ان شاء اللہ

فہرست مضامین

قرآن کریم	2
حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	3
کلام الامام	4
اِداریہ	6
خطاب۔ تقویٰ کی اہمیت۔ (31 جولائی 2010ء)	8
مضمون۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت۔ (لبنیٰ سہیل صاحبہ)	16
مضمون۔ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور خدمتِ قرآن۔ (تسنیم لطیف صاحبہ)	20
مضمون۔ اسلام میں اطاعت کی فلاسفی۔ (پروفیسر امتہ الرزّاق کارمائیکل صاحبہ)	25
مضمون۔ یادِ رفتگاں۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔۔۔ (صدیقہ سلطانہ صاحبہ)	28
نظم۔ در ایامِ کرب۔ (کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)	32
مضمون۔ حقیقی اور مجازی محبت۔ محبت کا انتہائی مقام۔ (رفیقہ صداقت صاحبہ)	33
نظم۔ میری ذات پہ۔۔۔ (اسمارہ خان صاحبہ)	36
مضمون۔ سوئٹزرلینڈ میں خانۂ خدا تعالیٰ کی عمارت کا سنگ بنیاد۔ (فریدہ بشارت)	37
بزمِ ادب۔ مراسلہ۔ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا، علم کی قدر اور ادبی ذوق	42
پکوان۔ ترکیب۔ آلو بخارے کی چٹنی	44

﴿قرآن کریم﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ
شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۴﴾

(سورۃ الحجرات۔ آیت 14)

ترجمہ:

اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

حضرت خلیفتہ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ان آیات کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

”یعنی تم میں سے معزز اور زیادہ مکرم وہ ہے جو زیادہ تر متقی ہے۔ جس قدر نیکیاں اور اعمال صالح کسی میں زیادہ ہوتے ہیں وہی زیادہ معزز و مکرم ہے۔ کیا بے جا شیخی اور انانیت نہیں ہو رہی؟ پھر بتلاؤ۔ اس نعمت کی قدر کی تو کیا کی؟ یہ اخوّت اور برادری کا واجب الاحترام مسئلہ اسلام کی دیکھا دیکھی اب اور قوموں نے بھی لے لیا۔ پہلے ہندو وغیرہ قومیں کسی دوسرے مذہب و ملت کے پیرو کو اپنے مذہب میں ملانا عیب سمجھتے تھے اور پرہیز کرتے تھے۔ مگر اب شُدھ کرتے اور ملاتے ہیں۔ گو کامل اخوّت اور سچے طور پر نہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عملی زندگی سے کیا ثبوت دیا کہ زید جیسے کہ نکاح میں شریف بیبیاں آئیں۔ اسلام، مقدّس اسلام نے قوموں کی تمیز کو اٹھا دیا جیسے وہ دنیا میں توحید کو زندہ اور قائم کرنا چاہتا تھا اور چاہتا ہے۔ اسی طرح ہر بات میں اس سے وحدت کی رُوح پھونکی اور تقویٰ پر ہی امتیاز رکھا۔ قومی تفریق پر جو نفرت اور حقارت پیدا کر کے شفقت علیٰ خلق اللہ کے اصول کی دشمن ہو سکتی تھی اسے دور کر دیا۔ ہمیشہ کا منکر جب اسلام لاوے تو شیخ کہلاوے۔ یہ سعادت کا تمغہ یہ سعادت کا نشان جو اسلام نے قائم کیا تھا صرف تقویٰ تھا۔

(الحکم 5 مئی 1899ء صفحہ 4، بحوالہ حقائق الفرقان۔ آن لائن صفحہ 8)

حدیث نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ؟ قَالَ أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ، ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيلِ اللّٰهِ، قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي قَالُو نَعَمْ، قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا

(ترمذی كتاب الايمان باب ما جاء فی افتراق هذه الامة 2641)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون زیادہ معزز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اُن میں سے اللہ کے نزدیک وہ زیادہ معزز ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ لوگوں نے کہا اس کے متعلق آپ ﷺ سے نہیں پوچھ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر لوگوں میں سب سے بڑھ کر شریف یوسفؑ ہیں جو اللہ کے نبی، نبی اللہ کے بیٹے، نبی اللہ کے پوتے اور خلیل اللہ (حبیب خدا) کے پڑپوتے ہیں۔ انہوں نے کہا اس کے متعلق بھی ہم آپ ﷺ سے نہیں پوچھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کیا پھر تم مجھ سے عربوں کے خاندانوں کی نسبت پوچھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا تم میں سے جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں، بشرطیکہ دین سیکھیں اور سمجھیں۔

(حديقة الصالحين)

حدیث نبوی ﷺ

کلام الامام

مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہ شرافت نہیں خدا تعالیٰ نے محض عرف کے لیے یہ ذاتیں بنائیں اور آج کل تو صرف بعد چار پُشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 50)

خدا تعالیٰ نہ محض جسم سے راضی ہوتا ہے نہ قوم سے۔ اس کی نظر ہمیشہ تقویٰ پر ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سے زیادہ بزرگی رکھنے والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ یہ بالکل جھوٹی باتیں ہیں کہ میں سید ہوں یا مغل ہوں یا پٹھان اور شیخ ہوں۔ اگر بڑی قومیت پر فخر کرتا ہے تو یہ فخر فضول ہے۔ مرنے کے بعد سب قومیں جاتی رہتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور قومیت پر کوئی نظر نہیں اور کوئی شخص محض اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ اے فاطمہ تو اس بات پر ناز نہ کر کہ تو پیغمبر زادی ہے۔ خدا کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں۔ وہاں جو مدارج ملتے ہیں وہ تقویٰ کے لحاظ سے ملتے ہیں۔ یہ قومیں اور قبائل دنیا کا عرف اور انتظام ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی مدارجِ عالیہ کا باعث ہوتا ہے۔ اگر کوئی سید ہو اور وہ عیسائی ہو کر رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے اور خدا کے احکام کی بے حرمتی کرے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آلِ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے نجات دے گا اور وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آلِ عمران:20) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سچا دین جو نجات کا باعث ہوتا ہے۔ اِسلام

ہے۔ اگر کوئی عیسائی ہو جاوے یا یہودی ہو۔ یا آریہ ہو وہ خدا کے نزدیک عزت پانے کے لائق نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ذاتوں اور قوموں کو اڑا دیا ہے۔ یہ دنیا کے انتظام اور عرف کے لیے قبائل ہیں۔ مگر ہم نے خوب غور کر لیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جو مدارج ملتے ہیں ان کا اصل باعث تقویٰ ہی ہے جو متقی ہے وہ جنت میں جائے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے لئے فیصلہ کر چکا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز متقی ہی ہے۔

(الحکم جلد 2 نمبر 30 مورخہ 24 اگست 1902 ء صفحہ 10)

یہ بالکل سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا کسی کے ساتھ کوئی جسمانی رشتہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ خود انصاف ہے اور انصاف کو دوست رکھتا ہے۔ وہ خود عدل ہے عدل کو دوست رکھتا ہے۔ اس لئے ظاہری رشتوں کی پروا نہیں کرتا۔ جو تقویٰ کی رعایت کرتا ہے اسے وہ اپنے فضل سے بچاتا ہے اور اس کا ساتھ دیتا ہے اور اسی لئے اس نے فرمایا **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ**۔

(الحکم جلد 2 نمبر 37 مورخہ 17 اکتوبر 1902 ء صفحہ 7)

آنحضرت ﷺ کے پاس بھی اکرام متقی ہی کا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ** یعنی اللہ تعالی کے نزدیک معزز و مکرم وہی ہے جو متقی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے نزدیک جو مکرم ہے وہی ہمارے نزدیک مکرم ہو سکتا ہے اور وہ متقی ہوتا ہے۔

(الحکم جلد 7 نمبر 1 مورخہ 10 جنوری 1903 ء صفحہ 10)

اللہ تعالی کے نزدیک مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پس ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لیے روک کا باعث ہو جاتا ہے ہاں ضروری یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو خدا تعالیٰ کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں۔

(الحکم جلد 8 نمبر 32 مورخہ 24 ستمبر 1904 ء صفحہ 4)

اداریہ

آداب!

النصرت کا ایک اور تازہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے جسے النصرت ٹیم نے اس دعا کے ساتھ تیار کیا ہے کہ ہماری باذوق لجنہ کے معیار پر پورا اترے اور جو بہنیں گھروں کے کام کاج میں مصروف رہ کر اپنی علمی اور ادبی سرگرمیوں کو ترجیحی بنیادوں پر وقت نہ دے پاتی ہوں وہ بھی النصرت کے ساتھ کچھ لمحے گزار کر خود کو یاددہانی کروائیں کہ ذوقی تسکین کی کیا قدر ہوتی ہے!

اس ضمن میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بہت خوبصورت الفاظ یاد آئے، آپؒ نے فرمایا تھا:

"عورتوں کو اپنے اندر علمی ذوق بھی پیدا کرنے چاہئیں جو اس کا لطف ہے ڈرامے دیکھنے فضول کہانیاں سننے اور اس قسم کی چیزوں میں وقت ضائع کرنے میں نہیں آسکتا۔ ہم نے اپنے گھر میں دیکھا ہے کہ حضرت چھوٹی پھوپھی جان (حضرت سیدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ) اور حضرت بڑی پھوپھی جانؓ کی دنیا کے لحاظ سے بہت معمولی تعلیم تھی، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پرورش کا ایک یہ فیض بھی تھا۔ کہ علم سے بڑی دلچسپی تھی اور ظاہری تعلیم نہ ہونے کے باوجود ایسی روشن دماغ تھیں ایسا وسیع مطالعہ تھا کہ اکثر مجھے یاد ہے جب بھی گئے ہیں ان کے ہاتھوں میں کتابیں ہی دیکھیں۔۔۔

اداریہ

بات کرنے لگے ہیں تو کتاب دہری کر کے رکھ دی تا کہ جب باتیں ختم ہوں تو پھر کتاب اُٹھالیں اور اس کے نتیجہ میں اِن کی زبان میں جِلا تھی ان کو ادب کا ایسا پیارا ذوق تھا کہ حضرت بڑی پھوپھی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی نظمیں آپ پڑھ کر دیکھیں آپ حیران ہونگی کہ اس دور کے بڑے بڑے شاعر بھی فصاحت و بلاغت میں آپ کا مقابلہ نہیں کرتے۔ ذہن بھی روشن دل بھی روشن اور سکینت بھی۔ ہر ابتلاء میں بھی ایک سکینت تھی کہ جو کبھی زندگی کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی جو اس زندگی میں مزا ہے وہ مزا ہر وقت متحرک رہنے بے چین رہنے میں کہاں نصیب ہو سکتا ہے"

(جلسہ سالانہ کینیڈا و جرمنی۔ بحوالہ حوّا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ، صفحہ 150)

قاریات سے سبھی لکھنے اور ترتیب دینے والوں کے لیے عاجزانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔ اِسی کے ساتھ ہم آپ کی بھی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ آپ بھی ہمیں اپنی خوبصورت تحریرات بھجوائیں اور النصرت کو مزید متنوع اور دلچسپ بنانے میں حصہ لیں۔ جزاکم اللہ

زیرِ نگرانی	ڈاکٹر فریحہ خان (صدر لجنہ اماء اللہ۔ برطانیہ) لبنیٰ سہیل (سیکریٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ۔ برطانیہ)
مدیرہ	فریدہ بشارت
نائب مدیرہ	صدیقہ سلطانہ، ستارہ جمیل
مجلس اِدارت	قانتہ راشد صاحبہ، نصیرہ نور صاحبہ، سائحہ معاذ صاحبہ
ٹائپنگ، پروف ریڈنگ اور	رافعہ کوثر، عاصمہ بدر، بشریٰ لطیف، ہبہ باقی
ڈیزائننگ	خولہ وحید، شمسہ انور
مینیجر	اسماء شاہد
معاونہ	عاطفہ احمد
تصاویر	بشکریہ مخزنِ تصاویر

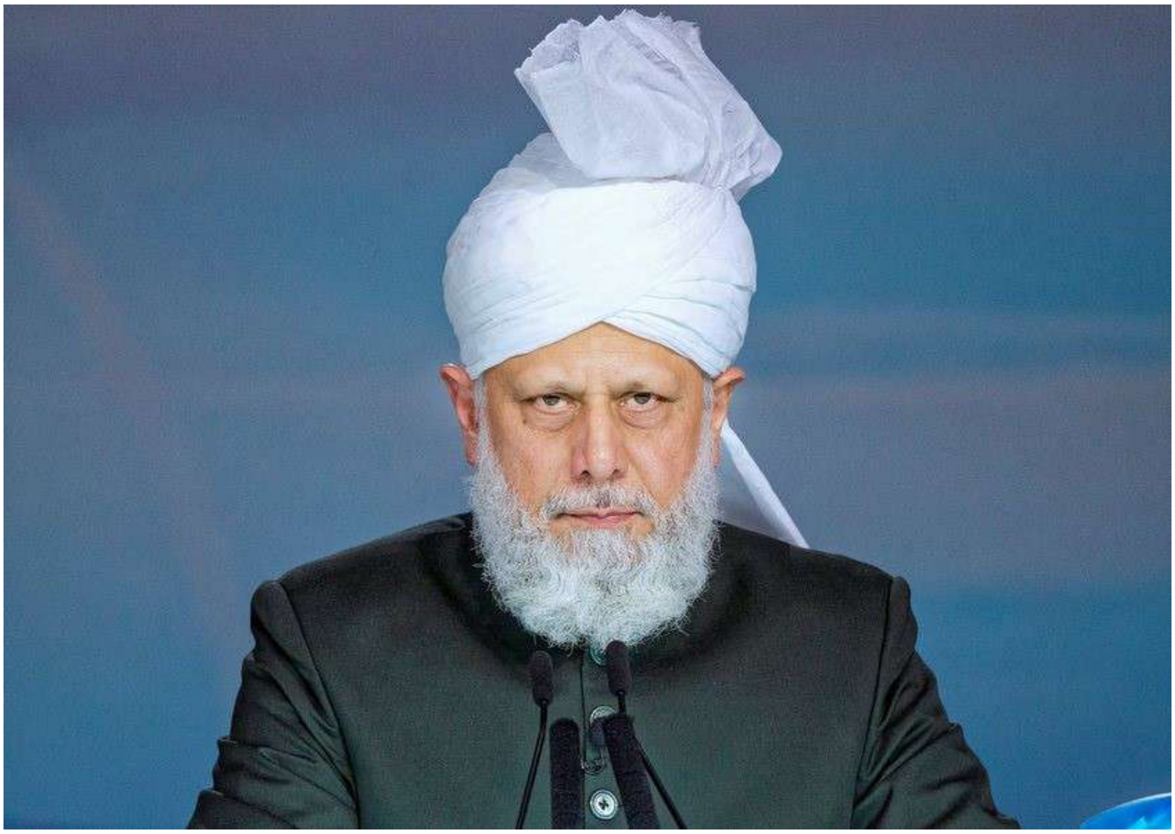

تقویٰ کی اہمیت

جلسہ سالانہ برطانیہ 2010ء کے موقع پر 31 جولائی 2010
بروز ہفتہ بمقام حدیقۃ المہدی (آلٹن۔یوکے) سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
بنصرہ العزیز کا خواتین سے خطاب اور نہایت اہم نصائح

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ‘ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

دنیا میں جب تقویٰ مفقود ہو جاتا ہے، ختم ہو جاتا ہے، برائیاں پھیل جاتی ہیں، نفسا نفسی کا عالم ہوتا ہے، اُس وقت خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے اپنے فرستادوں اور انبیاء کو بھیجتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہدایت پا کر بندوں کو اپنے مقصدِ پیدائش کی پہچان کروائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک اور پھر اِس زمانے میں آپ کے غلامِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت تک یہی ہم دیکھتے ہیں۔ الٰہی کتابیں اور تاریخِ آدم ہمیں اِنہی حالات کی خبر دیتے ہوئے خدا تعالیٰ کے انبیاء کی بعثت کا پتہ دیتی ہیں جنہوں نے اپنی قوموں کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے کے لئے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر روحانی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ سعید فطرتوں نے انہیں مانا، تقویٰ پر قدم مارا اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والوں میں شامل ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بنے۔ لیکن ایک تعداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے اِن انبیاء کی منکر بن کر قومی تنزل اور تباہی کی مورد بھی بنی۔ بہرحال انبیاء کی بعثت کا یہ سلسلہ

آنحضرت ﷺ سے پہلے تک تو قومی اور علاقائی سطح تک رہا لیکن جب انسانِ کامل اور خاتم الانبیاء کی بعثت کا وقت آیا تو قومی اور علاقائی حدود کی تفریق ختم ہوگئی۔ آپ ﷺ کل انسانیت کے لئے مبعوث ہو کر آئے۔ یہ جو تلاوت آپ نے ابھی سنی ہے اِس میں بھی اِسی بات کا ذکر ہے۔

ایک آیت میں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کہہ کر کُل انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اِس نبی کے ماننے اور اِس پر نازل ہوئی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے میں ہی تمہاری بقا ہے۔ اور یہی تعلیم ہے جس سے تمہاری دنیا و آخرت سنور سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اَلنَّاسُ کہنے کے بعد مزید وسعت دینے کے لئے بتایا کہ اے وہ سب لوگو! جو مختلف قوموں اور قبیلوں کی صورت میں دنیا میں بستے ہو، یاد رکھو کہ تمہارے قبیلے اور تمہاری قومیں تمہاری پہچان تو ہیں لیکن تمہاری بڑائی کی سند نہیں ہیں۔ ہاں تمہارا تقویٰ اور عمل ہیں جو تمہیں خدا تعالیٰ کی رضا کا حامل بنا سکتے ہیں۔

جو متقی ہے اور تقویٰ کو حاصل کرنے کے لئے اِس رسول ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے جو کُل انسانیت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا اور آپ ﷺ سے کہا کہ یہ اعلان کر دیں کہ:

قُل یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیکُم جَمِیعاً (الاعراف:159) کہ کہہ دے کہ اے لوگو، اے دنیا میں بسنے والے تمام انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اِس رسول کی کامل فرمانبرداری بھی ضروری ہے۔ کامل اطاعت بھی ضروری ہے۔ تقویٰ کے معیار حاصل کرکے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تو اِس رسول کی پیروی کرنی ضروری ہے۔ ورنہ نہ تمہارا خاندان، نہ تمہاری دولت، نہ تمہاری اولاد، نہ تمہارا بلند مرتبہ، نہ تمہارا گروہ، نہ تمہاری قوم، نہ حکومت، کوئی چیز بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حامل نہیں بنا سکتی۔ اگر کوئی چیز کسی انسان کو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا سکتی ہے تو وہ تقویٰ

ہے اور اب کیونکہ یہ کامل شریعت جو آنحضرت ﷺ پر اُتری ہے اِس نے تا قیامت قائم رہنا ہے، کوئی نئی تعلیم اور کوئی نئی شریعت دنیا میں نہیں آسکتی اور تمام پرانی شریعتوں کی خوبیوں کو بھی اِس کامل شریعت نے اپنے اندر سمولیا ہے۔ اِس لئے انسان کے لئے سوائے اِس کی پیروی کے اَور کوئی چارہ باقی نہیں ہے۔

پس خوش قسمت ہیں ہم جو اِس آخری اور کامل نبی ﷺ پر ایمان لانے والے ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت پر یقین رکھتے ہیں جو دنیا کی نجات کا باعث ہے لیکن ایمان کا دعویٰ کرنے اور خدا تعالیٰ پر یقین رکھنے والے کا یہ فرض ہے کہ وہ جب یہ دعویٰ کرتا ہے تو پھر اپنی زندگی کو اُس تعلیم کے مطابق ڈھالے اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم پر مکمل عمل کرنے کی کوشش کرے۔ آپ ﷺ کے اقوال کی پابندی کرے۔ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی اِس زمانے میں آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق نے جو قرآنی علوم و معارف اللہ تعالیٰ سے ہدایت پا کر ہم پر کھولے ہیں اُن کو پڑھے، سُنے، سمجھے اور عمل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیزیں تقویٰ کی طرف لے جانے والی ہیں۔ تقویٰ کے معیار بلند کرنے والی ہیں۔

ایک مومن اور غیر مومن میں فرق کرنے والی ہیں کیونکہ زمانے کے امام کو مان کر اُس کی بات پر لبیک کہنا بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی میں شامل ہے اِس لئے آپؑ کی بات ماننا انتہائی ضروری ہے۔ آپؑ حَکم اور عدل بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور پھر نہ صرف یہ کہ ہمیں جو احمدی مسلمان ہیں، یہ حکم ہے کہ اپنے تقویٰ کے معیار بلند کرکے اسوۂ رسول ﷺ پر عمل کریں بلکہ قُل کہہ کر جس کے پہلے مخاطب بے شک آنحضرت ﷺ ہی ہیں آپؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ دنیا کو بتا دیں کہ میں تمام دنیا کے انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اِس لئے تقویٰ کے معیار وہی ہیں جو میں نے قائم کئے ہیں اور جو میں نے تمہیں بتائے ہیں جو میرے اوپر اتری ہوئی تعلیم میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ اب تقویٰ کے حصول کا یہی ذریعہ اپناؤ گے تو

تقویٰ کے معیار حاصل کرکے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تو اِس رسول کی پیروی کرنی ضروری ہے۔ ورنہ نہ تمہارا خاندان، نہ تمہاری دولت، نہ تمہاری اولاد، نہ تمہارا بلند مرتبہ، نہ تمہارا گروہ، نہ تمہاری قوم نہ حکومت، کوئی چیز بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حامل نہیں بنا سکتی۔

انسانیت کی بقا ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے اِس اعلان کے بعد آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کی بھی یہ ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ جب تم ایمان لے آئے ہو اور قرآن کریم میں 'قُل' کا لفظ پڑھتے ہو تو تمہارے پر بھی یہ فرض ہے کہ دنیا کو بتاؤ کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ خدا تعالیٰ کے محبوب ترین ہیں اور تا قیامت خدا تعالیٰ کا آپ ﷺ جیسا کوئی محبوب پیدا نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے اِس پیارے کی پناہ میں آؤ کہ اِس کے سوا تقویٰ ممکن نہیں ہے۔ اِس کے سوا خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ جب ہم دنیا کو اِس پیغام کی طرف بلا کر تقویٰ پر چلنے کی تلقین کر رہے ہوں گے تو ہمارے پر کس قدر یہ فرض بنتا ہے کہ اِس تعلیم کو اپنی زندگیوں میں لاگو کریں، اپنے آپ پر لاگو کریں۔ ورنہ ہمارا ایمان اور اسلام کا دعویٰ بے وقعت ہو گا، اِس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔

تقویٰ کیا ہے؟

تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے برائی سے بچنا اور نیکیوں پر قدم مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنا۔

تقویٰ کیا ہے؟ ہم یہ لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں۔ کچھ کو اِس کے معنی پتہ ہوں گے اور کچھ اِس کے صرف سطحی معنی جانتے ہوں گے۔ تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے برائی سے بچنا اور نیکیوں پر قدم مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنا۔ کسی نے تقویٰ کی تعریف اِس طرح کی ہے کہ چھوٹے بڑے گناہوں سے اِس طرح بچنا جیسے کسی کانٹے دار جھاڑیوں والے راستے سے انسان گزر رہا ہو اور اپنے کپڑوں کو احتیاط سے اِس طرح بچائے کہ کہیں کوئی کانٹا کپڑے کے کسی حصے میں پھنس کر اُسے پھاڑ نہ دے یا کوئی کپڑے کا دھاگہ باہر نہ نکل آئے اور عورتیں تو خاص طور پر کپڑوں کی بڑی احتیاط کرتی ہیں۔ جس کپڑے میں نقص پیدا ہو جائے یا کپڑا اُلجھنے کی وجہ سے کسی کا وقت ضائع ہونے لگے تو اکثر یہ صورت حال بڑی تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ یا بعض دفعہ خاردار جھاڑیاں اُلجھ کر اور کپڑوں سے گزر کر اُن کو زخمی بھی کر دیتی ہیں۔ اور اپنے آپ کو بچانے کے لئے جب آدمی کانٹے نکال رہا ہوتا ہے تو ہاتھ بھی زخمی کر لیتا ہے۔ اس لئے بھی انسان ایسی جگہوں سے بچ بچ کر گزرتا ہے۔ غرض ذرا سی بے احتیاطی بھی ایسے راستوں پر چلنے والے کو کئی پریشانیوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ پس یہ احتیاط ہے جو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنے کے لئے ایک مومن پر فرض ہے، ایک مومنہ پر فرض ہے اور پھر ایک احمدی مسلمان جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زمانے کے امام کے حصار میں آکر میں محفوظ ہو گیا ہوں، اُسے تو اِس حصار میں رہنے کے لئے سر توڑ کوشش کرنی چاہئے۔ پس کیا احمدی مرد اور کیا احمدی عورت ہر ایک کا فرض ہے کہ اِس حصار میں رہنے کی ہر ممکن کوشش کرے تاکہ شیطان سے محفوظ رہے اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا رہے۔ جہاں کسی نے تقویٰ سے باہر قدم نکالنے کی کوشش کی یا تقویٰ سے باہر نکل کر کسی عمل کی کوشش کی تو وہاں وہ خود اپنے اس حصار کو توڑ کر باہر نکل گیا۔ اور پھر جب خود باہر نکل گیا تو اُن برکات سے بھی محروم ہونا شروع ہو گیا جن کا اللہ تعالیٰ نے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جڑنے سے اور جڑے رہنے سے وعدہ فرمایا ہے۔ پس نیکیوں پر قدم مارنے اور تقویٰ پر قائم رہنے کے لئے ایک مسلسل کوشش اور دُعا کی ضرورت ہے۔ اِس سے جہاں ہم خود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں گے وہاں تبلیغ کا بھی حق ادا کر رہے ہوں گے۔

جیسا کہ مَیں نے کل تقریر میں بھی کہا تھا، یہی توجہ دلا رہا ہوں کہ جلسے میں شامل ہونے کے ہمارے کچھ مقاصد ہیں اور جن میں سے سب سے اہم مقصد تقویٰ میں ترقی کرنا اور اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنا ہے۔ اسی طرف جیسا کہ میں نے کہا کہ میں اکثر توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ ہمارے جلسوں، اجتماعوں اور لجنہ کے دوسرے پروگراموں میں شمولیت صرف ایک جگہ جمع ہونے کے لئے نہیں ہے جہاں ہمیں باتیں کرنے کا، ایک دوسرے کا حال احوال پوچھنے کا موقع مل جائے، تھوڑی دیر تفریح کرنے کا موقع مل جائے، پرانی بچھڑی ہوئی سہیلیوں سے ملنے کا موقع مل جائے۔ بلکہ ایک حقیقی مومنہ اور ایک حقیقی مسلمہ اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ میں نے اِس جلسے میں

آکر جو کچھ سنتا ہے اُس پر عمل کرنا ہے، اُسے اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے اور نہ صرف اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے بلکہ ایک احمدی مسلمان عورت کے ذمہ اولاد کی تربیت کی جو ذمہ داری لگائی گئی ہے اُسے بھی کماحقہٗ پورا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اپنی اولاد کی بھی نیک تربیت کرنی ہے۔ اُس کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے، اُس کی عبادات کی نگرانی کرنی ہے تاکہ بڑے ہوتے تک وہ خدائے واحد کی عبادت کرنے میں پکا ہو جائے۔ نیکیوں کے کرنے کی طرف اُسے توجہ دلاتے رہنا ہے تاکہ پختہ عمر کو پہنچنے تک اُس کا ہر عمل عملِ صالح بن جائے۔ غلط قسم کے لوگوں میں اُٹھنا بیٹھنا نہ ہو۔ غلط قسم کی حرکتوں میں ملوث نہ ہو۔ اور پھر یہ کہ بحیثیت ایک احمدی، ہر احمدی مرد اور عورت احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا سفیر اور داعی الی اللہ ہے۔ اور خاص طور پر عورتوں کے لئے جنہوں نے اپنی نسل کی بھی حفاظت کرنی ہے۔ یہ بات بھی ہر وقت مدّ نظر رہنی چاہئے۔ اِس لئے اُس کے عمل صرف اُس کی ذات تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ دوسروں کی رہنمائی کا ذریعہ بھی بننے والے ہیں۔ اِسلام کی تصویر دوسروں کے سامنے پیش کرنے کا ذریعہ بننے والے ہیں۔ پس کبھی اپنے کسی عمل سے دوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بنیں۔ پس ایک احمدی مومن مرد اور عورت کے لئے اور ایک احمدی مسلم مرد اور عورت کے لئے اپنی حالتوں کے ہر وقت جائزے لینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

یہ دنیا خار دار جھاڑیوں کا ایک راستہ ہے۔ اِس میں سے گزرتے ہوئے اپنے کپڑوں کو اُلجھنے سے بچانے اور پھٹنے اور اپنے ننگ کو ظاہر ہونے سے بچانے کے لئے ہر قدم پھونک پھونک کر اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ آجکل کی آزاد تعلیم نے غلط راستوں اور روشوں پر ایک طبقے کو ڈال دیا ہے۔ ایک طرف تو وہ احمدی ہونے کی باتیں کرتی ہیں اور دوسری طرف دنیاوی حملوں سے بچنے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہمارے گرد ایک حصار ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کی وجہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے گرد پیدا کیا گیا ہے، اُس حصار کو توڑنے کی کوشش کرتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ہمیں عطا ہوا ہے۔ ایک طرف تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یعنی ہم اِس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ جو تعلیم آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی یہ آخری اور کامل تعلیم ہے جس سے اِدھر اُدھر ہونا انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا سے دُور کر دیتا ہے اور دوسری طرف اِس کی غلط قسم کی تاویلیں بھی کرتے ہیں، اِس سے دُور جا رہے ہیں یعنی دل سے تصدیق کا اعلان بھی کر رہے ہیں اور دل میں وسوسے بھی پیدا ہو رہے ہیں یا اگر وسوسے پیدا نہیں ہو رہے تو شیطان کا غلبہ بڑھ کر ہو رہا ہے یا شیطان اُس شخص پر غالب ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ سے محبت کا بھی دعویٰ ہو، تقویٰ کا بھی دعویٰ ہو، اور دوسری طرف اُس تعلیم پر عمل نہ کر کے انسان شیطان کی گود میں بھی گر رہا ہو۔ پھر جب دل یہ تصدیق کر دیتا ہے کہ میں کامل ایمان لاتا ہوں تو دل میں اِس تعلیم کے پختگی سے قائم ہونے کے بعد زبان سے اِس کا اظہار بھی بہت ضروری ہے۔ پھر اپنے عمل سے بھی اِس کا اظہار بہت ضروری ہے۔ پس مومن اُس وقت تک حقیقی مومن نہیں بنتا جب تک زبان اور عمل سے اُس کے ہر قول و فعل کا اظہار نہ ہو رہا ہو۔ اِس یقین پر قائم ہوتے ہوئے جب تک وہ اپنی ہر حرکت و سکون کو اُس تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہ کرے جس پر ایمان لاتا ہے اور تمام احکام پر کامل فرمانبرداری سے عمل کرنے کی کوشش نہ کرے اُس وقت تک ایمان میں ترقی نہیں ہوتی۔

سب سے پہلے ایک مومن اور مومنہ کی جو ذمہ داری ہے وہ اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس بارے میں فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) اور مَیں نے جنوں اور انسانوں کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میرے بندے بن جائیں۔ اور بندے کون ہیں؟ یہ وہ سچے غلام ہیں جو اپنے پیدا کرنے والے خدا پر ایمان لاتے ہوئے اُس کے کامل فرمانبردار ہیں۔ اُس کی اس طرح عبادت کرنے والے ہیں جو عبادت کرنے کا حق ہے جیسا کہ میں نے کل بھی بتایا تھا۔ اب ہر کوئی یہ تو کہتا ہے کہ ہم خدا کے بندے ہیں لیکن کتنے ہیں جو اِس کامل فرمانبرداری کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے مقصدِ پیدائش کے حصول کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ میرے بندے بن جاؤ۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ بظاہر ایمان لانے والوں میں سے بھی ایسے لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی نظر میں اُس کے حقیقی بندے نہیں ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والوں کو کامل فرمانبردار بنانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اُس کے سامنے اِس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے چاہئیں جس طرح مالک کے سامنے غلام کھڑا ہوتا ہے۔ ہم ایک انسان ہوتے ہوئے یہ تو چاہتے ہیں کہ ہمارے ملازم، ہمارے ماتحت، ہمارے چھوٹے ہماری باتوں کو

مانیں لیکن وہ خدا جو ربّ العالمین ہے اُس کے احکامات کے بارے میں کم ہی سوچتے ہیں کہ ہمیں اِن احکامات پر حرفاً حرفاً عمل کرنا چاہئے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں اور اِس میں حقِ بندگی ادا کرنے کے لئے سب سے پہلا حکم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ہے۔ اگر آپ اپنے جائزے لیں تو خود نظر آئے گا کہ جماعت میں بھی مردوں اور عورتوں کی ایک تعداد ایسی ہے جسے تھوڑا بھی نہیں کہا جا سکتا جو مستقل مزاجی سے اپنی نمازوں کی حفاظت نہیں کرتی، اپنے بچوں کی نمازوں کی نگرانی نہیں کرتی۔

آج پاکستان میں جو واقعات مسجد میں ہوئے ہیں اِن سے ایک طبقے کو اِس طرف توجہ پیدا ہوئی ہے اور پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی نمازوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ توجہ مستقل قائم رہے۔ ان حالات میں بھی بعض ایسے لوگ ہیں، اِس میں مرد بھی شامل ہیں، جن کو خدا تعالیٰ کی طرف وہ توجہ نہیں پیدا ہوئی جو ہونی چاہئے۔ اُنہیں اپنے دلوں کی تسکین، اپنے شوق اور اپنے حقوق کو حاصل کرنے سے ہی فرصت نہیں ہے۔ بعض یا تو نمازیں چھوڑ دیتی ہیں یا قضاء کر کے نمازیں پڑھتی ہیں۔ نمازیں توجہ سے نہیں پڑھی جاتیں۔ ایک بوجھ سمجھ کر گلے سے اتارا جاتا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کا حقِ بندگی ادا کرنا ہے تو سب سے پہلے اپنی نمازوں کی حفاظت اور اپنے بچوں کی نمازوں کی حفاظت ضروری ہے۔ جب نمازوں کی طرف توجہ پیدا ہو گی تو دنیاداری اور کھیل کود اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں خود بخود کمی آ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اخلاص میں بڑھنے والی اور حقِ بندگی ادا کرنے کی کوشش کرنے والی اور جماعت کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے والی مومنات بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بہت عطا فرمائی ہیں

اور پاکستان کے مشکل حالات میں وہاں کی عورتیں بھی مختلف جگہوں پر کسی ایک جگہ میں نہیں قربانیاں پیش کرنے کے لئے اپنے عہدیداران کو بھی کہتی ہیں، مجھے بھی لکھتی ہیں اور مختلف شہروں میں ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ حالات کی وجہ سے جماعت کی مساجد میں جمعہ پر عورتوں کا جانا منع کیا گیا ہے تو عورتیں یہ لکھتی ہیں کہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم بھی مسجد میں جائیں۔ بڑا درد ہوتا ہے اُن کے الفاظ میں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے جماعت سے مزید قربانیاں لینی ہیں تو ہم بھی شہادت کا رتبہ پانے والوں میں شامل ہونا چاہتی ہیں۔ اپنے نوجوان بچوں کو نمازوں اور مساجد کی حفاظت کے لئے مسجدوں میں بھجواتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جو اپنی نیکیوں میں آگے بڑھ رہا ہے۔ پس ایسی مائیں، ایسی مومنات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق بھی ادا کرنے والی ہیں اور قربانیوں کی معراج حاصل کرنے کی خواہشمند ہیں اور کوشش کرتی ہیں۔ لیکن بعض ایسی ہیں جن کے خاندانوں میں دینی ماحول تھا۔ جن سے توقع کی جاتی ہے کہ اُن کی دینی حالت بہت بہتر ہونی چاہئے لیکن مالی کشائش اور دولت نے اُنہیں اپنا حق بندگی ادا کرنے سے دُور کر دیا ہے۔ ایسی عورتوں کے حالات جب مجھ تک پہنچتے ہیں تو جہاں تکلیف کا باعث ہوتے ہیں وہاں فکر بھی ہوتی ہے۔ اور اُن بزرگوں کے تعلق کی وجہ سے اُن کے لئے دُعائیں بھی نکلتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِن کی حالت کو سدھارے، اللہ تعالیٰ اِن کو عقل دے۔

پھر ایک اہم بات جو مومنہ کی شان ہے اور جس کے بغیر تقویٰ ہو ہی نہیں سکتا اور خدا تعالیٰ نے عورتوں کو دیئے گئے احکامات میں اِس بات کو خاص اہمیت دی ہے اور اگر اِس خصوصیت کا ایک عورت صحیح ادراک اور فہم حاصل کر لے، اِس کی گہرائی کو سمجھ لے تو نہ صرف معاشرہ کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں بلکہ دنیا و آخرت کی جنت کی وہ وارث بھی بن جائیں۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (النساء:35) کہ غیب میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں۔ ایسی حفاظت کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ آجکل کے آزاد معاشرے میں یہ غیب میں حفاظت کا حق نہ ادا کرنا ہی ہے جس نے غلط قسم کی آزادی اور بے حیائی کو فروغ دیدیا ہے۔

اگر ہر عورت اس بات کو سمجھ لے کہ اُس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور اُن کی بجا آوری اس نے اس لئے نہیں کرنی کہ کہیں خاوند، باپ یا بھائی کی نظر میں آ کر اُن کی طرف سے کسی سزا کی سزاوار نہ بن جائے بلکہ اِن ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا احساس اس لئے ہمیشہ دلوں میں رکھنا ہے اور اُسے پختہ کرنا ہے کہ ایک خدا ہے جو عالم الغیب ہے، جو غیب کا علم رکھتا ہے، جو ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے، ہر وقت اُس کی نظر اپنی مخلوق پر پڑ رہی ہے۔ ہر ایک کا عمل اُس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ پس جب یہ احساس رہے تو کوئی عورت ایسا عمل

نہیں کر سکتی جو اُسے تقویٰ سے دُور ہٹا دے۔ ایک بیوی کی حیثیت سے وہ اپنے خاوند سے کامل وفا کرنے والی ہو گی۔ خاوند کے گھر کی نگران ہو گی۔ اس کے مال کو ضائع کرنے کی بجائے اس کا صحیح مصرف کرنے والی ہو گی۔ کئی ایسی عورتیں ہیں جو تقویٰ پر چلنے والی ہیں یا تقویٰ کے ساتھ ساتھ عقل سے بھی چلنے والی ہیں، جو باوجود تھوڑی آمد کے اپنے خاوند سے ملنے والی رقم میں سے کچھ نہ کچھ بچا لیتی ہیں اور جمع کرتی جاتی ہیں اور بعض دفعہ مشکل حالات میں خاوند کو دے دیتی ہیں۔ خاوند کو تو نہیں پتہ ہوتا کہ کیا بچت ہو رہی ہے؟ اب وہ اُس کے مال کی اِس طرح غیب میں حفاظت کر رہی ہیں۔ یا اگر اُن کو ضرورت ہے تو خاوند کو بتا کر اُس کا استعمال کر لیتی ہیں۔ اپنی اولاد کی صحیح نگرانی کرتی ہیں۔ اور یہ اولاد کی نگرانی صرف خاوند کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں ہو رہی ہوتی بلکہ اِس لئے ہو رہی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک بہت بڑی وجہ ہوتی ہے کہ یہ قوم کی امانت ہیں۔ یہ جماعت کی امانت ہیں۔ پھر وہ اپنی دوستیں اور سہیلیاں بھی ایسی عورتوں کو بناتی ہیں جو اعلیٰ اخلاق کی ہیں۔ ایک خاوند کی وفادار عورت کبھی غلط قسم کی سہیلیاں نہیں بناتی جو اِس کو اُس ڈگر پر ڈالیں جو غلط ہو کہ خاوند کا پیسہ جتنا نچوڑ سکتی ہو نچوڑ لو۔ خاوند کے بغیر سیریں کرنے کے لئے آزادی سے جاؤ آخر تمہارا بھی آزادی کا حق ہے۔ جس سے چاہو جس طرح کے چاہو تعلقات رکھو، نہ ہی ایسی مشورہ دینے والی عورتیں غیب میں حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں اور نہ ہی ایسی عورتوں سے دوستیاں رکھنے والی اور باتوں پر عمل کرنے والی غیب میں حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں۔

اِسی طرح بیٹی ہے تو وہ اپنے تقدس اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہو۔ اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی ہو اور کوئی ایسی دوستی، ایسے طبقے میں اٹھنا بیٹھنا، ایسی حرکت نہ کرے جو اُسے اپنے ماں باپ سے چھپانی پڑے۔ ہمیشہ یاد رکھے کہ عالم الغیب خدا ہے جو اُسے دیکھ رہا ہے۔ غلط قسم کے لڑکے لڑکیوں سے دوستیوں کو وہ اپنے ماں باپ سے تو پردے میں رکھ سکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ سے نہیں جو ہر حرکت و سکون کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح مختلف رشتوں کے حوالے سے عورت کی حیثیت ہے۔ ہر حیثیت میں اگر عورت یہ سوچ لے کہ میری کیا ذمہ داریاں ہیں، میرے کیا فرائض ہیں اور دوسروں کے مجھ پر کیا حق ہیں اور ان کو نہ بجالانے کی وجہ سے میں ایک عالم الغیب خدا کی پکڑ میں آسکتی ہوں تو بہت سی برائیاں جن کو معاشرے میں عورت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، بہت سے گھروں کی بے چینیاں جو عورتوں کے عمل سے گھروں میں پیدا ہوتی ہیں، بہت سے بچوں کا ضائع ہونا جو عورتوں کی عدم توجہگی یا بے توجہگی کی وجہ سے یا غلط تربیت یا بے جا لاڈ کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی نہ ہو۔ لیکن یہ سب باتیں اور یہ غیب کا صحیح ادراک صرف ایک مومنہ کو ہو سکتا ہے۔ ایک دنیادار کو نہیں ہو سکتا۔ ایک تقویٰ سے عاری عورت کو نہیں ہو سکتا۔

> پس ایک احمدی عورت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کا دعویٰ کرتی ہے یہ اعلان کرتی ہے کہ میں آنحضرت ﷺ اور قرآنی تعلیم کو اپنے پر لاگو کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ وہ اگر غیب میں اپنی ذمہ داریوں کی حفاظت کا حق ادا نہیں کرتی تو اپنے خدا کو ناراض کرنے والی بھی بن رہی ہو گی۔

بعض کو شاید خیال آئے کہ غیب میں جو حفاظت ہے یہ صرف عورتوں سے کیوں خاص ہے۔ مردوں کو کیوں حکم نہیں ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ مرد بھی آزادی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت نہیں کر رہے ہوتے۔ وہ بھی غیب میں بعض اوقات بیوی سے بے وفائی کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ تو اِس بات کے لئے اللہ تعالیٰ نے جب عورتوں کو حفاظت کا حکم دیا ہے یا توجہ دلائی ہے تو اِس بات کو شروع ہی اِس طرح فرمایا ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النساء:35) کہ مردوں کو قوام بنایا گیا ہے۔ اُن پر سب سے اول فرض ہے کہ احکام شریعت کی پابندی کریں اور کوئی ایسی حرکت اُن سے سرزد نہ ہو جو اُن پر یہ الزام لائے کہ وہ تقویٰ پر چلنے والے نہیں ہیں۔ مرد کا اثر عموماً عورت پر پڑتا ہے۔ نیک مرد کا اثر عورت پر نیک پڑے گا اور جو غلط کام کرنے والے مرد ہیں اُن کا بد اثر عورت پر پڑے گا۔ اس لئے مرد کو پہلے قوام بنا کر کہا کہ اگر تم تقویٰ پر چلنے والے ہو تو عورت بھی تقویٰ پر قدم مارے گی سوائے استثناء کے اور اُس صورت میں کچھ سزا بھی رکھی ہے۔ عموماً نیک مردوں کی عورتیں نیکی کی طرف ہی چلنے والی ہوتی ہیں۔ مرد کو قوام بنا کر تمام باتوں کا سب سے پہلے ذمہ دار بنایا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اے عورتو! جب تمہارے مرد نیکیوں پر قائم ہیں تو تمہارا بھی فرض ہے کہ نیکی میں آگے بڑھو۔ فرمانبرداری

اختیار کرو اور صرف سامنے ہی نہیں بلکہ غیب میں بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرو۔ غیب خدا تمہارا نگران ہے اس لئے اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو شریعت نے جو ذمہ داری تمہارے ذمہ لگائی ہے اُسے ادا کرو۔ آزادی کی رَو میں اور حقوق کے حاصل کرنے کی رَو میں بہہ کر اپنا مقام اور اپنی ذمہ داریاں بھول نہ جانا۔ پس ایک مومنہ کا کام ہے کہ ظاہر میں بھی اور غیب میں بھی اپنے آپ کو شریعت کے احکام کی کامل فرمانبردار اور صالحہ بنائے۔

پھر اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

اِجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ (الحجرات:13) بہت سے ظنوں سے بچتے رہا کرو کیونکہ یہ ظن جو بدظنی پر مبنی ہوتے ہیں معاشرے میں فساد کا باعث بنتے ہیں۔ اِس لئے کسی قسم کی رائے قائم کرنے سے پہلے تحقیق کرنے کا حکم ہے کیونکہ بعض دفعہ بغیر کسی حقیقت کے بدظنی کرتے ہوئے الزام تراشی کی عادت ہوتی ہے، اپنے ذاتی اختلافات کی وجہ سے دوسرے کو جماعتی نظام اور خلیفۂ وقت کی نظروں میں گرانے کی کوشش ہوتی ہے۔ بعض واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک ملک کی صدر لجنہ کو نامزد کیا تو اُس کی انتظامی صلاحیتوں کو نشانہ بنایا گیا اور ایسی ایسی شکایتیں کی گئیں جو بالکل غلط ثابت ہوئیں۔ خیر یہ تو ہوا۔ لیکن اُس کی بہن پر بھی بعض انتہائی غلط الزامات لگا دیئے گئے جو نہ صرف بدظنی تھی بلکہ ایک شریف عورت پر تہمت بھی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ ایسی عورتوں کو بھی عقل دے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے اور اِس پر میں اکثر زور دیتا رہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تو یہ ہے... کہ نظریں نیچی رکھو، بے محابا عورت اور مرد آپس میں ایک دوسرے سے نظریں نہ ٹکرائیں۔ ایک حیا اُن میں ہونی چاہئے۔ دوسرے اپنی زینت چھپاؤ۔ ایسا لباس ہو جس سے جسم کی نمائش نہ ہوتی ہو اور تیسرے یہ کہ اپنی زینت چھپانے کے لئے اپنے گریبانوں، سر، گردن اور سامنے کے حصوں کو ڈھانپ کر رکھو۔

عورت کے تقدس اور حیا کے لئے بڑا ضروری ہے کہ غضِّ بصر سے کام لیں اپنی نظروں کو نیچی رکھا کریں۔ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں۔ بعض غیر احمدی مسلمان علماء جو ہیں وہ شاید نوجوان نسل کو اپنے زیر اثر کرنا چاہتے ہیں یا اُنہیں یہ خوف ہے کہ اگر اِس حکم پر عمل کرنے کا کہا جائے گا تو جو نوجوان مسلمان نسل ہے وہ شاید دین سے بالکل ہی نہ ہٹ جائے۔ اِن احکامات کی تشریح کرتے ہوئے پردے کو ضروری خیال نہیں کرتے حالانکہ یہ تمام باتیں جو میں نے ابھی اوپر بیان کی ہیں اور جن کا سورۃ نور میں ذکر بھی ہے یعنی حیا، زینت کو رکھنا غضِّ بصر سے کام لینا، یہ عورت کی حفاظت اور پردے کا حکم دیتی ہیں۔ اس سے پہلی آیت میں مردوں کو بھی غضِّ بصر سے کام لینے کا حکم ہے۔ صرف اس لئے کہ عورت کے تقدس کی حفاظت رہے۔ اور عورت کو اِس لئے کہ تمہاری حیا اور تقدس محفوظ رہے۔ بہر حال ایک غیر احمدی مسلمان کو تو خوف ہو سکتا ہے کہ اِن احکامات کی پابندی شاید دین سے دُور نہ کر دے لیکن ایک احمدی مسلمان عورت پر یہ بدظنی نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اور خلفاء بھی ہمیشہ عورتوں کو لباس اور پردے کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں۔ گو کہ آجکل پردے کے خلاف مغرب میں جو مہم چل رہی ہے، اس مہم کو چلانے کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک ردّ عمل پیدا ہو رہا ہے اور بعض نے ایسے برقعے بھی بنا لئے ہیں جو واقعی ایسے خوفناک لگتے ہیں اور جن کو دیکھ کر اُن ملکوں کی جو

انتظامیہ ہے اُن کو بہر حال دیکھنا پڑتا ہے، بعض جگہوں پر جانے کے لئے چیک کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ ایک ردّ عمل ہے۔ فرانس وغیرہ میں جو قانون بنے ہیں جہاں تک میرے علم میں یہ بات ہے وہ بھی اِس قسم کے برقعے کے خلاف بنے ہیں۔ جو عام حجاب ہے اُس کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن قابلِ فکر بات یہ ہے کہ ایک مسلمان ملک نے بھی غالباً سیریا نے اپنی یونیورسٹیوں میں پردے یا حجاب پر پابندی لگا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان ملکوں پر بھی، اُن کی حالتوں پر رحم کرے۔ یہ صاف مغرب سے خوفزدہ ہو کر یا دجالی چال کے زیر اثر آکر کرنے والا کام ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں اُن میں نہ ہی افراط کا حکم ہے نہ ہی تفریط کا حکم ہے۔ نہ اِس طرف جھکو نہ اُس طرف جھکو۔ اور یہی اصل چیز ہے۔ اب بھی غیر از جماعت مسلمان عورتوں، لڑکیوں میں دیکھنے میں آتا ہے، شاید اِن میں چند احمدی لڑکیاں بھی شامل ہوں کہ جینز اور چھوٹی قمیض پہن کر (پھرتی ہیں) جس میں جسم کی نمائش ہو رہی ہوتی ہے اور اوپر حجاب لیا ہوتا ہے۔ اِس قسم کا پردہ تو اسلام کا حکم نہیں ہے۔ یہ شاید اُن لڑکیوں میں بھی مغرب کے قانون کا ردّ عمل ہے کہ اچھا تم ہمیں روکتے ہو تو ہم حجاب لے لیتی ہیں۔ اس سے اُن کو کوئی غرض نہیں ہوتی کہ پردے کی رُوح کیا ہے۔ تو یہ جو ردّ عمل ہے یہ بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تو یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ نظریں نیچی رکھو، بے محابا عورت اور مرد آپس میں ایک دوسرے سے نظریں نہ ٹکرائیں۔ ایک حیا اُن میں ہونی چاہئے۔ دوسرے اپنی زینت چھپاؤ۔ ایسا لباس ہو جس سے جسم کی نمائش نہ ہوتی ہو اور تیسرے یہ کہ اپنی زینت چھپانے کے لئے اپنے گریبانوں، سر، گردن اور سامنے کے حصوں کو ڈھانپ کر رکھو۔ جو برقعہ پہننا ہے وہ ڈھیلا ڈھالا ہو۔ جو میک اَپ کر کے چہرہ ننگا کر کے پھرتی ہیں وہ بھی زینت ظاہر کرنے کے زمرے میں آتی ہیں۔ اسی طرح بالوں کی نمائش جو کرتی ہیں وہ بھی زینت ظاہر کرنے کے زمرے میں آتی ہیں کیونکہ وہ خود اپنے بالوں کی نمائش اِسی لئے کر رہی ہوتی ہیں کہ یہ ہماری زینت ہے۔ خود سمجھ رہی ہوتی ہیں کہ اِس سے ہماری خوبصورتی ظاہر ہو رہی ہے۔ اس لئے سر ڈھانکنا، چہرے کو کم از کم اِس حد تک ڈھانکنا کہ چہرے کی نمائش نہ ہو رہی ہو اور لباس کو مناسب پہننا یہ کم از کم پردہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اِس کی تلقین فرمائی ہے کہ کم از کم یہ معیار ہونا چاہئے۔ آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "یورپ کی طرح بے پردگی پر یہ لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔ یہی عورت کی آزادی فسق وفجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اِس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو، اگر اِس آزادی اور بے پردگی سے اُن کی عفّت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں"۔ (ملفوظات جلد ہفتم۔ صفحہ 134)

پس آزادی کی بھی کچھ حدود ہیں۔ جب آزادی کے نام پر لباسوں کی نمائش شروع ہوتی ہے۔ جب ضرورت سے زیادہ فیشن کی طرف توجہ ہوتی ہے تو پھر بے پردگی کی طرف بھی قدم اُٹھتے ہیں۔ پاکستان سے مجھے بعض شکایات آتی ہیں اور خاص طور پر ربوہ سے کہ برقعوں کے بھی ایسے ڈیزائن شروع ہو گئے ہیں جس میں فیشن ہوتا ہے۔ چلتے ہوئے عورتوں کے جسم نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ اِس لئے تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے جو (حدود) مقرر کی ہیں، اُس کے اندر اپنی حدود رکھو۔

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر آتے ہیں تا کہ دنیا کی اصلاح کر کے اُنہیں خدا تعالیٰ کے قریب کریں۔ اِس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیجا ہے تو آپؑ نے جس طرح ہماری رہنمائی فرمائی ہے اُس کے مطابق چلنا چاہئے۔ جس سے ہماری دنیا و آخرت سنبھلتی ہے اُس کے مطابق چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ایک مومنہ ہونے کا حق ادا کرنا چاہئے، اپنے آپ کو تقویٰ کے معیار کے مطابق چلانے کی کوشش کریں اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے اور ہمیشہ کہتا ہوں کہ احمدی عورت کی ذمہ داری بہت بڑھ کر ہے۔ وہ اپنی زندگی تقویٰ سے گزارے کیونکہ اُس پر جماعت کی نسل کی تربیت کی ذمہ داری ہے۔ یہ آپ کے سپرد ایک امانت ہے اس امانت کا حق ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ دُعا کر لیں۔

مطالعہ کتب

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

کی اہمیت

لبنیٰ سہیل

(سیکریٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ، یوکے)

پاکستان سے باہر بسنے والے احمدیوں میں اپنے بچوں کی تربیت کے لحاظ سے یہ فکر رہتی ہے کہ ہمارے بچوں کو چونکہ اردو نہیں آتی اس لیے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو نہیں پڑھ سکیں گے۔ خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے تراجم کا کام ہر ملک میں اور دنیا کی اکثر زبانوں میں تیزی سے جاری ہے۔ اپنی زبان کی ضرورت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر شخص کو ان کتابوں کا ترجمہ مل جائے گا۔ ان شاءاللہ!

اس وقت ہم بات کرتے ہیں ان کی جنہیں اردو زبان کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو دیکھیں کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو اردو جانتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو پڑھ چکے ہیں؟ کیا یہ فکر ہی کافی ہے کہ ہمارے بچے اردو نہیں پڑھ سکتے؟ ہم اس کے لئے آخر کوشش کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہمیں اس کا ادراک بھی ہے کہ یہ کتابیں ہمارے لئے کتنی ضروری ہیں؟

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں جیسا میں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لئے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401)

حضرت رسول کریم ﷺ نے ابن مریم کے نزول ثانی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی کہ:

وَيُفِيضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ

(حدیقۃُ الصّالحین، صفحہ 899)

ترجمہ: وہ مال بھی لُٹائیں گے لیکن کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"علم اور حکمت کی مانند کوئی مال نہیں۔ یہ وہی مال ہے جس کی نسبت پیشگوئی کے طور پر لکھا تھا کہ مسیح دنیا میں آکر اس مال کو اس قدر تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔۔۔ مومن کا مال درم و دینار نہیں بلکہ جواہر حقائق و معارف اُس کا مال ہیں۔ یہی مال انبیاء خدائے تعالیٰ سے پاتے ہیں اور اِسی کو تقسیم کرتے ہیں۔"

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 455)

دنیا میں ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو جانتے ہی نہیں کہ دولت کہاں ہے؟ خزانہ کہاں ہے؟ لیکن ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے وارث ہم ہیں۔

کیا ہم نے اس خزانے کو استعمال کیا؟

کیا ہم مسیح کے اس خزانے کو حقیقت میں جان چکے ہیں یا سونے اور جواہر کی شکل میں ڈھونڈ رہے ہیں؟

کہیں ہم بھی دنیاوی مال و دولت اور سونا چاندی اور گاڑی اور گھر کی طلب و حرص میں تو نہیں بڑھتے جا رہے ہیں؟

یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم احمدی ہیں۔ ہمیں اس علم کے خزانے کو استعمال کرنا ہے۔ اسے پڑھنا ہے کیونکہ آپؑ کے کلام کا ایک ایک حرف زندگی بخش ہے۔ یہ کلام ہمارے دلوں کے اندھیروں کو اجالوں میں بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مطالعہ کتب کی تلقین کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

"سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 361)

ایک روایت میں تین مرتبہ مطالعہ کرنے کے حوالہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ ملتے ہیں کہ:

"جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے"

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 365 روایت نمبر 410)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا کتنا بڑا اعجاز ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا فرمایا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس

کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مُردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اُس کے سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا:

"اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔"

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

آج کل کے حالات میں اپنے آپ کو لغویات سے بچانا بہت ہی مشکل کام ہے۔ بے انتہاء چیزیں ہر وقت ہماری توجہ کو کھینچتی ہیں۔ ان سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے دوستی کریں اور ان کی صحبت کا نیک اثر قبول کریں۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارا مدعا یہ ہونا چاہیے کہ ہماری دینی تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں جو بُری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں۔ اور ہر وقت یہ امر ہماری مدنظر رہنا چاہئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت، ضلالت کے سَمِّ قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں۔"

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 27-28)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیان فرماتے ہیں:۔

"اگر آپ یہاں سے یہ عہد کر کے جائیں گے کہ ہم روزانہ پانچ صفحات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھیں گے بلکہ میں پانچ کی شرط کو بھی چھوڑ تا ہوں اگر آپ تین صفحات روزانہ پڑھنے کا بھی عہد کریں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تھوڑے عرصہ ہی میں آپ کے اندر ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں گی اور خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے آپ کو اس قدر حصہ ملے گا کہ آپ دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے والے ہوں گے۔ تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے اس کے بعد آپ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس کے ایسے بندے بن جائیں گے جو اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔ آپ دنیا کے راہنما اور قائد بن جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ حاصل کریں گے لیکن اس قیادت اور راہنمائی اور خدا تعالیٰ کے فضل اور برکتوں کا حصول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان کردہ تفسیر قرآن کریم سے باہر نہیں ہو سکتا۔ سو میں آپ کو بار بار تاکید کروں گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

کتب پڑھنے کی عادت ڈالیں تین صفحات روزانہ پڑھنا شروع کر دیں گے تو پھر آپ کو اس کی عادت پڑ جائے گی اور اس کے نتیجہ میں آپ کی پڑھائی پر یا اگر آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو آپ کے کام پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ یہ مطالعہ ان پر اچھا اثر ڈالے گا اگر آپ میں کوئی پڑھنے والا ہے تو اس مطالعہ کے نتیجے میں اس کے ذہن میں جلا پیدا ہو گی اور اس کے اندر ایک نور پیدا ہو گا اور پھر وہ دوسرے مضامین کیمسٹری اور انگریزی وغیرہ کو با آسانی سمجھنے لگے گا اور امتحان میں اسے اچھے نمبر ملیں گے اور اگر وہ کوئی کام کر رہا ہے تو اس کے کام میں Efficiency پیدا ہو جائے گی... پس آج آپ کو میری نصیحت یہی ہے اور یہ بڑی بنیادی اور اہم نصیحت ہے اور میں اسے بار بار دہرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی عادت ڈالیں اس کے نتیجہ میں آپ شیطان کے بیسیوں حملوں سے محفوظ ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں آپ کی عزت ہو گی اور آپ کی زندگی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا اور جب وہ وقت آئے گا کہ دنیا پکارے گی ہمیں استاد چاہئیں۔ ہمیں سکھانے والے چاہئیں تو آپ میں سے ہر ایک اس قابل ہو گا کہ وہ استاد بن سکے۔''

(مشعل راہ جلد دوم ص 45-46)

قرآن سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات کو غور و فکر سے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم کے ایسے گہرے مطالب اور پر معارف نکتے عطاء فرمائے جس کے نتیجہ میں بے شمار روحوں نے حقیقی زندگی پائی، اس چشمہ سے سیر ہوئیں اور بے شمار قوموں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پہچانا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریراتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت کے متعلق فرماتے ہیں

''مبارک وہ جو قرآنی باغ کا باغبان بنا۔ مبارک وہ جس نے اسے پھر سے زندہ کیا اور اس کی خوبیوں کو ظاہر کیا۔''

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ج، بحوالہ روزنامہ الفضل 25 فروری 2004)

آج کل جب کہ اسلامی تعلیمات پر بہت اعتراضات کئے جاتے ہیں تو سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے، کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو مسلمانوں کو حقیقی اسلامی تعلیم سے آگاہ کر سکے۔ کہیں وہ قرآن مجید کی جہاد کی تعلیم کو غلط سمجھنے کے نتیجے میں دنیا کو اسلام کا غلط چہرہ دکھاتے ہیں تو کہیں دوسرے ان کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں اسلام کو ناقابل عمل مذہب تصور کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام امور مثلاً جہاد، مرد کی چار شادیاں، حقوقِ نسواں، مکالمہ مخاطبہ، الہام اور دوسرے بے شمار امور کے بارہ میں اعلیٰ ترین تشریحات فرمائیں اور ان کو اپنی کتب میں محفوظ کر کے ہمارے لئے عظیم خزانہ مہیا فرما دیا۔ اگر ہمارے پاس ان امور کا علم ہو تو ہم نہ تو بلاوجہ کسی غیر مذہب کے رعب میں آتے ہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس ہم میں اللہ کے فضل سے حقیقی طاقت اور شجاعت پیدا ہوتی ہے اور اپنی تعلیمات پر پورے اعتماد کے ساتھ عمل کی توفیق ملتی ہے۔

آجکل یو کے لجنہ صد سالہ جوبلی کے لیے اظہار تشکر کے طور پر تمام مجالس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب پڑھنے کے مختلف پروگرام متعارف کروا رہی ہے۔ یہ بھی ایک موقع ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیں، اس پاک مسیح کی مبارک تحریرات کو حرزِ جان بنالیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریراتِ مبارکہ کو دل و جان سے پڑھنے اور اُنہیں سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ

اور

خدمتِ قرآن

(تسنیم لطیف۔Cheam)

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَیُزَكِّیۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۱۳۰﴾

(سورۃ البقرہ آیت 130)

ترجمہ: اور اے ہمارے ربّ! تو ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور اُن کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تُو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ)

معزز بہنو! اب تک آپ **النصرت** کے گذشتہ تین شماروں میں خدمتِ قرآن کے حوالے سے خلافتِ اولیٰ، خلافتِ ثانیہ اور خلافتِ ثالثہ کے مبارک اور تاریخ ساز ادوار کا ذکرِ مبارک ملاحظہ فرما چکی ہیں۔ آیئے! اب جانتے ہیں کہ یُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ کا یہ مقدس اور حیات بخش فریضہ جب خلافتِ احمدیہ حقہ کے چوتھے تاجدار کے سپرد ہوا تو آپؒ نے کس شان سے اس مشن کو آگے بڑھایا۔

مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں منصبِ نبوت کے جانشین یعنی منصبِ خلافت پر فائز ہونے والے شخص کے ذمہ ایک کام یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی تعلیم کو دوسروں تک پہنچانے کو اپنا نصب العین بلکہ حرزِ جان بنالے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ذات بھی اپنے پیشروؤں کی طرح ہی عشق قرآن سے معنون تھی۔ قرآنِ کریم پر غور و فکر کی عادت آپؒ کو خدا تعالیٰ کی جانب سے ودیعت کی گئی تھی۔ بچپن میں قرآنِ کریم حفظ کرنے کا ارادہ کیا تو ہمیشہ آپؒ کا دھیان اُس کے گہرے مطالب کی طرف مبذول ہو جاتا رہا۔ اگر کسی آیت کا مطلب خود پہ واضح نہ

ہوتا تو بھائیوں اور اساتذہ کی طرف رجوع کرتے۔ وہاں تسلی نہ پاتے تو اپنے اُس عظیم والد سے رہنمائی لیتے جن کے وجودِ بابرکات سے کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوا تھا۔

قرآنِ کریم سے آپؒ کا یہ فطری لگاؤ وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔ خلافتِ ثالثہ کے دور میں جہاں آپ دیگر فرائض شاندار انداز میں نبھاتے، وہیں مجالسِ عرفان لگانے اور ساتھ ہی ساتھ درسِ قرآن کے ذریعے اس عظیم کتاب کے معارف و مطالب لوگوں پر واضح کرنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ یہاں تک کہ آپؒ منصبِ خلافت پر فائز ہوگئے اور یہ عظیم ذمہ داری پوری طرح آپؒ کے کندھوں پر آن پڑی کہ قرآنِ کریم کی تعلیم کے محاسن کو اس زمانے کی ضروریات کے مطابق اور درپیش مسائل کے حل کے طور پر پیش کریں۔

جب ہم آپؒ کے دورِ خلافت میں خدمتِ قرآن کے زریں عہد پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کے اصل مدعا کو مزید واضح کرتی مدلّل تفسیر ہو یا متن کے قریب ترہ کر کیا گیا بامحاورہ ترجمۂ قرآن ہو، تلاوتِ قرآن میں باقاعدگی اختیار کرنے کا مضمون ہو یا اسے صحت تلفظ کی رعایت سے پڑھنا، اشاعتِ قرآن کا میدان ہو یا دنیا کی مختلف زبانوں میں مستند تراجمِ قرآن کی تیاری۔۔ غرضیکہ اس جیّد عاشقِ قرآن نے خدمتِ قرآن کا کوئی میدان نہ چھوڑا، گویا کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہنے دیا۔

آپؒ کی خدمات کو تین زاویوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

اول۔ آپؒ نے اس عظیم کتاب کے ماننے والوں کو اس سے محبت کرنے اور اس کی محبت کا حق ادا کرنے کی طرف بھرپور توجہ دلائی۔

دوم۔ دنیا کے مختلف خطوں سے مختلف زبانوں والی سعید روحیں جب حلقہ بگوش اسلام ہوئیں تو خدا کے اس پیغام کو انہی کی زبان میں ترجمہ کے ساتھ پیش کرکے ترقیات کی راہیں اُن پر آسان کردیں۔

سوم۔ اُس طبقہ فکر کی طرف رُخ کیا جو نہ تو قرآن کی عظمت کے قائل تھے اور نہ اسے عصرِ حاضر کے مسائل کا حل ماننے کیلئے تیار تھے اور اپنے فنِ تحریر اور فنِ خطابت کے وہ جوہر دکھلائے کہ ایک دنیا اس کتاب کی عظمت کی قائل ہوگئی۔

اب میں انہی تین پہلوؤں سے آپؒ کی خدمات کا ذکر آگے لیکر چلوں گی۔

تلاوتِ قرآن پاک ایک بنیادی امر ہے۔ جو شخص قرآن سے محبت کرتا ہو، مگر قرآن مجید کی باقاعدگی سے تلاوت نہ کرتا ہو، تو وہ اپنی محبت اور ایمان بالقرآن کے دعویٰ کے بنیادی ثبوت سے ہی محروم ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس بنیادی امر کی طرف بارہا جماعت کو متوجہ فرمایا کہ ایک بھی فرد ایسا نہ رہے جو روزانہ قرآنِ کریم کے پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو۔

جولائی 1991ء کی مجلس مشاورت کی تجویز پر رائے دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جماعت میں تلفظ قرآن کریم کے بارے میں پائے جانے والی کمزوری کے تدارک کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات دیں۔ آپؒ نے اس کے لئے ویڈیو کیسٹیں بھی تیار کروائیں جن کو بذریعہ نمائندگان تمام دنیائے احمدیت میں بھجوا کر اس منصوبہ کو اپنی ہدایات کے مطابق نہ صرف شروع کروایا بلکہ مستقل نگرانی بھی جاری رکھی۔ نتیجتاً ہزاروں لوگوں نے اپنے تلفظ قرآن کو اس طرز کے مطابق سنوارا، ترتیل سیکھی اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

1996ء میں آپؒ نے جماعت کو قرآن مجید کے منتخب حصوں کے حفظ کی تحریک فرمائی اور اس کے لئے نمازوں میں ان آیات کی تلاوت کی تلقین اور اس غرض سے آیات کا انتخاب آپؒ نے بذاتِ خود فرمایا۔

آپؒ نے حفظِ قرآن کرنے والوں کو بھی رہنمائی عطا فرمائی ۔ آپؒ ہی کے زیرِ سایہ ربوہ میں طالبات کے حفظِ قرآن کے لئے عائشہ دینیات اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس سے سینکڑوں بچیاں حافظاتِ قرآن بن رہی ہیں۔

آپؒ نے UK میں ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم فرمایا جس میں مردوں اور عورتوں کو اپنے زیر نگرانی رہنمائی دی کہ کس طرح وہ یہ ثابت کریں کہ مختلف شعبوں میں جدید سائنس جن حقائق کو منظرِ عام پر لا رہی ہے وہ درحقیقت وہی ہیں جن کا قرآنِ کریم میں بہت پہلے سے ذکر ملتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مطالب پر غور کرنے کی بہت تحریک فرمائی، جس کے ضمن میں MTA پر آپؒ کی ترجمۃ القرآن کلاس اور ربوہ میں خصوصی کلاسز کا اجراء قابلِ ذکر ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

”ہر گھر والے کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن کریم کی طرف توجہ دے۔ قرآن کے معنی سمجھنے کی طرف توجہ دے ایک بھی آپ کے گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کریم پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآن کریم کے مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہے اس کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ پس قرآن کریم کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہیئے“

”میں چاہتا ہوں کہ نئی صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں تلاوتِ قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔ اس کو کہیں کہ تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو، خالی تلاوت نہ کرو۔“

اسی خطبہ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”ہماری نسلوں کو اگر سنبھالنا ہے تو قرآن کریم نے سنبھالنا ہے۔ تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور کرنا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے، جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی اور یہ وہ پہلو ہے جس کی طرف سے اکثر مربیان، اکثر صدران، اکثر امراء بالکل غافل ہیں۔“

”قرآن کریم کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہیے۔ کوئی بھی ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جولائی۔ 1997ء)

قرآن کریم کو ذہنوں اور دلوں کے قریب کرنے اور تربیت کی بنیادی ضرورت پوری کرنے کے لئے اور قرآنِ کریم سے رہنمائی حاصل کرنے کا طریق سکھانے کے لئے آپؒ نے ایک ترجمۃ القرآن کلاس کا آغاز فرمایا۔ درحقیقت امامِ وقت ہی ہوتا ہے جس پر زمانے کی ضروریات کے مطابق کلام الٰہی کے معارف کھولے جاتے ہیں اور وہی جماعت کے دلوں کو باہم باندھ کر کلام الٰہی سے محبت پیدا کروانے والا ہوتا ہے۔

اس کلاس کے دوران آپؒ نے اپنے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے اسوہ کی اتباع میں تعلیم و تفہیم کے ہر انداز کو اپنایا۔ کبھی ایک مشکل بتا کر خود اس کا حل بتاتے اور کبھی حاضرین کو غور کرنے اور جواب دینے کی دعوت دیتے اور جواب درست ہونے پر بے حد حوصلہ افزائی فرماتے۔ کبھی مختصر اصولی بحث فرماتے، کبھی قدرے تشریح سے وضاحت فرماتے۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ کوئی مسئلہ فوری طور پر حل پذیر نہ ہوتا تو قرآن مجید کے اصل مطلب اور مضمون سے عشق کی بناء پر کمال عجز سے فرماتے کہ اس کی سمجھ نہیں آئی۔ کل غور کر کے اس پر بات کریں گے۔ اور بعض اوقات یوں بھی ہوا کہ حاضرین میں سے کسی کا پیش کردہ حل قبول فرمالیا مگر بعد میں اس پر تدبر فرماتے رہتے اور زیادہ بہتر جواب عطا فرماتے۔

ان کلاسز کا اجراء 15 جولائی 1994ء سے ہوا اور مکمل ترجمہ قرآن پر مشتمل ان 305 کلاسز کے ذریعے آپؒ نے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اپنے شاگردوں کو فہم قرآن اور عشق قرآن کے اسلوب سمجھائے۔

ان کلاسز کے اتنے لمبے عرصہ پر پھیلے ہوئے اتنے طویل سلسلہ کو آپؒ نے جس باقاعدگی، لگن اور عزم و استقلال سے جاری رکھا اور تکمیل تک پہنچایا، وہ ایک عاشقِ حقیقی کے سوا کسی اور کا نصیبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدماتِ قرآن کے حوالہ سے ایک عظیم الشان خدمت اور تاریخ احمدیت میں سنہری حروف سے لکھا جانے والا امر آپ کا وہ معرکۃ الآراء **ترجمۃ القرآن** ہے جو متن کے قریب ترین رہ کر ایسا بامحاورہ ترجمہ ہے کہ جو اردو زبان کے محاسن سے بھی مرصع ہے اور قرآن مجید کی غرض و غایت اور اصل مضامین کو بھی اظہر من الشمس بنا رہا ہے۔ اس ترجمہ کو خوب سے خوب تر بنانے میں آپؒ نے ایسی والہانہ اور ان تھک محنت کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ انگلستان میں قیام ہو یا بیرونی دورہ جات کا اثناء، مخصوص کئے ہوئے وقت کے علاوہ بھی جب ذرا وقت میسر آتا (بلکہ تردد کر کے بھی وقت نکالتے)، معاون کو بلا کر ترجمہ پر نظر ثانی کا کام شروع فرما دیتے۔ متعدد لغات اور گزشتہ تفاسیر کو بھی پیش نظر رکھا۔ حتیٰ کہ متعدد بار مکمل ترجمہ قرآن کی از سر نو دہرائی فرمائی۔ اور ہر بار اس محبوب کے حسن کو مزید سنوار کر اور نکھار کر پیش فرمایا۔ جس میں جابجا اچھوتے ترجمہ کے پھول بہار جاوداں دکھا رہے ہیں اور اس پر مستزاد سورتوں کے آغاز میں وہ تعارفی نوٹ شامل فرمائے جو عرفانِ قرآن اور تربیتی اور اخلاقی مضامین کے ساتھ ساتھ زمانہ حاضر کی جدید سائنسی ترقیات اور آئندہ سے متعلق پیشگوئیوں پر محیط معارف کا بھی احسن ترین مظاہرہ کر رہے ہیں۔

آپؒ نے قرآنِ مجید کے دیگر زبانوں میں معیاری اور مستند تراجم کا بے مثل شوق اور جذبہ سے اہتمام کروایا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ گویا آپؒ کو لَو لگی ہوئی تھی کہ اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض کو کس طرح جلد از جلد اور پوری آب و تاب کے ساتھ درجۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

چنانچہ آپؒ کے 21 سالہ دورِ خلافت میں اس سلسلہ کی ایک کڑی کے طور پر متعدد زبانوں میں تراجم قرآن تیار ہوئے۔ جن کی آپؒ نے براہِ راست نگرانی فرمائی اور نہایت دیدہ زیب اور اعلیٰ معیار کی طباعت کا بھی اہتمام فرمایا۔ ان تراجم کی کل تعداد 57 سے تجاوز کر چکی تھی۔

اسی طرح دنیا کی 117 زبانوں میں مختلف مضامین پر مشتمل 'منتخب آیات' کے تراجم بھی شائع کروائے اور دنیا بھر کو قرانِ پاک کی شیریں تعلیم سے روشناس کرایا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطباتِ جمعہ، مختلف مواقع کے خطابات، مجالس عرفان، انفرادی و اجتماعی ملاقاتیں اور انتظامی و تربیتی معاملات میں ہدایات یہ تمام شاہکار دراصل ان علومِ قرآنی کے آئینہ دار تھے جن کا فیض آپؒ کے وجود سے چشمہ رَواں کی طرح تمام عمر جاری رہا۔ مگر سب سے بڑھ کر وہ دروس القرآن جو آپؒ نے متعدد سالوں تک رمضان المبارک کے ایام میں ارشاد فرمائے، فیضِ قرآن کا ایک ایسا حسین منظر پیش کر رہے ہیں جس میں آپؒ قرآنِ پاک کے عشق سے مخمور کبھی معارف کے بحرِ ذخار کی تہہ سے عرفان کے چمکدار موتی چن چن کر لا رہے ہیں اور کبھی قرآن کی تفسیر میں راہ پا جانے والی غلط باتوں کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ اور بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آپؒ اپنی تحریر و تقریر میں خدا کے پہلوان کی طرح شیر ِ نر بن کر قرآن مجید پر حملہ آور ہونے والوں کے مقابلہ پر جو مکھی لڑائی میں بھی ہمہ وقت مشغول نظر آتے ہیں۔ بد طینت مستشرقین کی قرآن پاک، رسولِ پاک ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کے خلاف ہرزہ سرائی کا دندان شکن جواب بھی دے رہے ہیں اور الزام تراشی کرنے والوں اور قرآن کے حسن کو گہنانے کی کوشش کرنے والوں کے مقابل پر فتح و ظفر کے جھنڈے بھی لہرا رہے ہیں۔ یہ سلسلۂ دروس آپؒ کے قرآن مجید سے عشق اور اس کی خدمت کا ایک عظیم الشان اور سنہرا باب ہیں جس سے آپؒ کے بعد آنے والی نسلیں بھی مستفیض ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

جدید انکشافات کے بیان اور علمی تحقیقات سے مزین ان دروس کا آغاز آپؒ کی ہجرت کے معاً بعد آنے والے رمضان المبارک 1984ء میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے ہوا۔ ابتدائی سالوں میں بعض معین دنوں میں بزبان انگریزی یہ درس ہوتا تھا۔ پھر MTA کے آغاز کے بعد رمضان المبارک فروری 1993ء سے رمضان المبارک 2001 تک مسلسل یہ درس براہِ راست نشر ہوتے رہے۔ الغرض آپؒ کی ساری زندگی خدمت قرآن میں گذری۔ آپؒ نے خدا کے اس پیغام سے محبت کا حق کماحقہ 'نبھایا۔ یہاں تک کہ بوقتِ رخصت آپؒ کا آخری عمل بھی تلاوتِ قرآن پاک ہی تھا۔

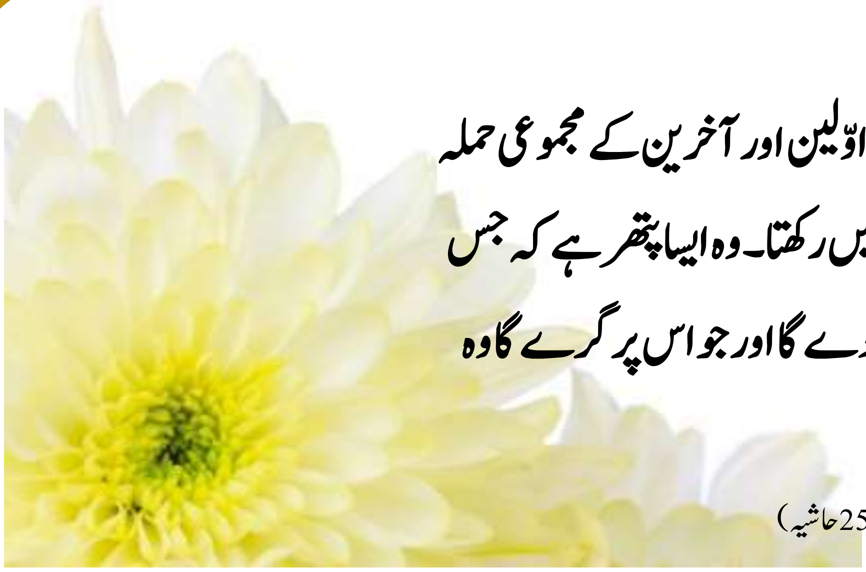

"قرآن کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی اوّلین اور آخرین کے مجموعی حملہ سے ذرّہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ وہ ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرے گا اس کو پاش پاش کر دے گا اور جو اس پر گرے گا وہ خود پاش پاش ہو جائے گا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ 257 حاشیہ)

اسلام میں اطاعت کی فلاسفی

(پروفیسر امتہ الرزّاق کارمائیکل)

اِسلام کا دین اطاعتِ الٰہی پر منتج ہوتا ہے۔ مسلمان ہونے کا مقصد دینِ اسلام پر عمل کرنا ہے۔ یہ خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کے اِرادے سے شروع ہوتا ہے اوراس کی انتہا کامل اطاعتِ الٰہی کو حاصل کرنے میں ہے۔ اِس اطاعت میں ہی سب ترقی کے راز پوشیدہ ہیں۔ اِس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف آئینہ کمالات اسلام میں بے حد اچھی طرح کھول کر سمجھایاہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”واضح ہو کہ لغت عرب میں اسلام اس کو کہتے ہیں کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جائے اور یا یہ کہ کسی کو اپنا کام سونپیں اور یا یہ کہ صلح کے طالب ہوں اور یا یہ کہ کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دیں۔“ اسلام یہ ہے۔ یہ چار چیزیں ہیں کہ کسی چیز کی قیمت پیشگی کے طور پر دی جائے، کسی کو اپنا کام سپرد کیا جائے، صلح کے لئے کوشش کی جائے اور ہر قسم کے جھگڑے والی باتوں کو چھوڑ دیا جائے اور فرمایا کہ ”اور اصطلاحی معنے اسلام کے وہ ہیں جو اِس آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ بَلٰی مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ فَلَہٗۤ اَجۡرُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔ (البقرۃ: 113) یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیوے۔ مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔“ فرمایا ”اعتقادی طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور عملی طور پر اس طرح سے کہ خالصاً للّٰہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوّت سے متعلق اور ہر یک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجالاوے۔ مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبودِ حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 57-58، بحوالہ خطبہ جمعہ 14/ جون 2013ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سرسری طور پر سوچنے سے انسان کے دماغ میں خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ انسان تو آزاد ہے. اِس کو عقل اور سوچ کے قویٰ عطا کیے گئے ہیں۔ اپنی عقل کو استعمال کرکے انسان بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔ دنیا کی ترقی میں انسانی عقل اور سمجھ بوجھ کا حصہ صاف طور پر نظر آتا ہے تو اس عقل والے آزاد انسان کو اطاعت کا پابند کیوں کیا گیا ہے؟

قرآن کریم اِس سوال کو بہت خوبصورتی سے سمجھاتا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 113 میں ارشاد ہے:

بَلٰی مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: نہیں نہیں، سچ یہ ہے کہ جو بھی اپنا آپ خدا کے سپرد کر دے اور وہ احسان کرنے والا ہو تو اس کا اجر اس کے ربّ کے پاس ہے۔ اور اُن (لوگوں) پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ ُاللہ)

اس آیت کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لیے اور اُس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لیے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اُس کی راہ میں لگا دیوے مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔“

”اعتقادی“ طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اِس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ اور ”عملی“ طور پر اِس طرح سے کہ خالصاً للہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجالاوے مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ 230-231)

یعنی انسان مسلمان تب بنتا ہے جب وہ مکمل طور پر خدا تعالیٰ کا ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کا ہونے سے مراد، دونوں اعتقادی اور عملی طور پر اللہ تعالیٰ کا بن جانا ہے۔ اور اطاعت الٰہی ہی وہ سیڑھی ہے، جس پر چڑھ کر انسان خدا تعالیٰ کو پا سکتا ہے۔ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے اور اپنا مقصد پیدائش حاصِل کر سکتا ہے۔

اطاعتِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ اسلام فرماتے ہیں:

” خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے، دو قسم پر ہے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے۔۔۔۔ اور دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غم خواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے، دوسروں کو آرام پہنچانے کے لیے دُکھ اُٹھا ویں اور دوسروں کی راحت کے لیے اپنے پر رنج گوارا کر لیں۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ 232)

خداتعالیٰ کی اطاعت کی راہ میں یہ مقام حاصل کرنا ایک سلسلہ ہے اور اس کے تین درجے ہیں۔ اِن درجوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فنا، بقا اور لقا کہہ کر سمجھایا ہے۔ جیسے جب لوہے کو تپتی آگ میں ڈالیں اور وہ سرخ ہوکر آگ کی طرح لگنے لگتا ہے مگر رہتا تو لوہا ہی ہے۔ اسی طرح لقاءِ الٰہی حاصل کر کے انسان، انسان رہتے ہوئے ایک کامل حالت حاصل کرلیتا ہے کہ گویا خداتعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

حالتِ فنا، اطاعت کا پہلا درجہ ہے۔ انسان اپنی مرضی کو خداتعالیٰ کی رضا پر قربان کر دیتا ہے۔ اپنی نفسانی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کر دیتا ہے۔ روزہ کی حالت میں جب بھوک بھی ہو، کھانا بھی میسر ہو، پھر بھی کھانا نہ کھانا اس "فنا" کی ایک عام فہم روزمرہ مثال ہے۔ اپنی مرضی کو قربان کرتے چلے جانا، بلاشبہ ایک قسم کی موت ہے اور اہلِ تصوف نے اِس کو فنا کا نام دیا ہے۔

اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر قربان کرنے کے بعد انسان خداتعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نواہی سے اوامر کے سفر کو ایک نئی زندگی حاصل کرنے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ حیاتِ ثانی ہے اور جس کو بقاء کا نام دیا گیا ہے۔

اِس درجہ سے ترقی کر کے انسان خداتعالیٰ کا مکمل ادراک پالیتا ہے، خدا کا وجود خیالی اور ظنی نہیں رہتا بلکہ خداتعالیٰ پر یقین قطعی اور کامل ہو جاتا ہے۔ گویا کہ خداتعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اِس درجۂ بقا میں ایسے امور انسان سے صادر ہوتے ہیں جو کہ شریعت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے اور الٰہی طاقت کا رنگ رکھتے ہیں۔ یہ معجزات الٰہیہ ہوتے ہیں اور نبیوں کو یہ معجزات دیے جاتے ہیں۔ ایسے میں انسان کو اطمینان، سکون اور حلاوت کی دولت بھی بے حد دی جاتی ہے، اور انسان کے دِل پر خداتعالیٰ وارد ہو جاتا ہے۔

گو اطاعت ایک مشکل امر ہے۔ ایک دفعہ اس کی فلاسفی سمجھ آجائے اور اِس کا مرتبہ سمجھ آجائے تو انسان فائدے میں رہتا ہے۔ ایک دفعہ فنا کا درجہ حاصل کرلیں تو خداتعالیٰ اپنی عنایت سے اگلے درجات (بقا اور لقا) تک خود ہی لے جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ اسلام فرماتے ہیں کہ:

"اس سفر کی تمام صعوبتیں اور مشقتیں فنا کی حد تک ہی ہیں اور پھر اِس سے آگے گزر کر انسان کی سعی اور کوشش اور مشقت اور محنت کو دخل نہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ 239)

سو اسلام میں اطاعتِ الٰہی کی فلاسفی یہی ہے۔ کامل کامیابی، فلاح، سکونِ قلب، اطمینان اور دل کی خوشی، یہ سب خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کو حاصل کرنے کے لیے خداتعالیٰ نے اطاعت کا راستہ دکھایا ہے۔ یہ وہ نقشہ ہے جس پر چل کر انسان فنا، اور بقا کے درجات سے گزرتا ہوا، لقا کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔ اپنا مقصد پیدائش پالیتا ہے۔ اپنی دین و دنیا سنوار لیتا ہے۔ دوسروں کے لیے مشعل راہ ہو جاتا ہے۔ گویا اطاعتِ الٰہی ایک کامِل کامیابی کا منشور ہے۔ خداتعالیٰ نے انسان کو اسی لیے عقل دی ہے کہ وہ اپنے فائدہ اور کامیابی کو مدنظر رکھتے ہوئے، اطاعتِ الٰہی کی اہمیت کو سمجھے، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور فنا اور بقا کے درجوں سے ہوتے ہوئے خداتعالیٰ کو پالے۔ خداتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یادِ رفتگاں

کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔۔۔

(صدیقہ سلطانہ، Hayes)

"آپ کو ایسی بیماری نے گھیر لیا ہے جو آپ کو چھوڑے گی نہیں"

ڈاکٹر نے کچھ افسردہ سے لہجے میں یہ انکشاف کیا۔۔

"کیا میرے بچنے کی کوئی اُمید ہے؟"

ایک بہت حوصلہ مند آواز ڈاکٹر کی سماعت سے ٹکرائی۔ڈاکٹر حیران تھا کہ یہ خاتون کس طرح اپنی زندگی کے چند باقی دنوں کے بارے میں سوال کر رہی ہے۔ اُس نے بات بدلنے کیلئے کہا:

"آپ فکر کیوں کرتی ہیں، معجزے بھی تو اسی دنیا میں ہوتے ہیں"

اتنے میں ایک اور سوال جس نے ڈاکٹر کو جواب دینے پر مجبور کر دیا:

"آپ کی میڈیکل سائنس کیا کہتی ہے؟"

"جی۔۔میری میڈیکل سائنس کے مطابق تو۔۔۔دو۔۔۔تین ماہ مزید اور۔۔۔"

اور فضا میں خاموشی چھاگئی۔۔۔

"اور۔۔۔پھر۔۔۔؟"

اُس خاتون نے اپنا دایاں ہاتھ، جس کی انگلی میں " اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ " کی چاندی کی انگوٹھی چمک رہی تھی،ڈاکٹر کی میز پر رکھتے ہوئے، ڈاکٹر کو جملہ مکمل کرنے کیلئے نہائت حوصلہ منداور مضبوط آواز میں پوچھا۔

"۔۔۔اور پھر بس!"ڈاکٹر نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

وہ خاتون، وہ حوصلہ مند خاتون جو میری امی ہیں، جب اپنی زندگی کے چند دن کی خبر لے کر باہر آئیں تو اُن کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ تھی جیسے ڈاکٹر نے اُنہیں کوئی خوشخبری سنائی ہو۔ البتہ ابو کچھ بجھے ہوئے تھے۔ ہمارے پوچھنے پر ابو تو خاموش ہی رہے لیکن جب ہماری سوالیہ نظروں کو ٹالنا ممکن نہ رہا تو امی نے کہا:

"ڈاکٹر کہتا ہے ٹکٹ کٹاؤ۔۔۔تے لین بناؤ" اور مسکرا دیں۔۔

یہ 14 جنوری 1997ء کی ایک نہائیت سرد رات تھی، جس میں اندھیرا بھی تھا اور مایوسی بھی۔۔ وہ خبر ہی کچھ ایسی تھی۔ لیکن اس برف اور اندھیری رات میں ایک روشن ستارے کی طرح راستہ دکھانے والی، حوصلہ بڑھانے والی اور ہمیشہ کی طرح پُر اُمید، پُرجوش اور گرما دینے والی، میری امی ابھی ہمارے ساتھ ہی تھیں!

اس کے بعد علاج شروع ہوا تاکہ ان دو تین مہینوں کو کچھ وسعت دی جاسکے۔ کیونکہ اس سے قبل امی کا ایک کینسر کا آپریشن اور Chemotherapy ہو چکی تھی اس لئے یہ سب دوبارہ کرنا ممکن نہ تھا۔ اب دماغ کے کسی گوشے میں Secondaries نے سر اُٹھایا تھا۔ اُس کا صرف Radiotherapy ہی طریقہ علاج بچا تھا۔ چنانچہ وہ شروع ہو گیا۔

اس عرصہ میں امی نے جس حوصلہ اور ثباتِ قدم کا نمونہ پیش کیا اُس پر سب ڈاکٹرز کا یہی کہنا تھا کہ موت کو اس طرح اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر یہ واحد خاتون ہیں جو اسقدر پُر سکون ہیں۔ اس ثابت قدمی اور حوصلہ کا کیا راز تھا؟ یہ وہ توکل تھا جو امی کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا۔۔ یہ وہ یقین اور کامل یقین تھا جو راضی برضا ہو کر اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ سے خوشخبریاں پا کر اور اپنے دل و دماغ پر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا نور سجا کر اس راستے پر چل پڑی تھیں جو اُن کو اپنے پیاروں سے کہیں زیادہ 'پیارے' کی طرف لے کر جا رہا تھا۔

ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی۔ امی کے ایک طرف ہم تھے جو سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار تھے اور دوسری طرف وہ جو قربانی مانگ رہا تھا۔ اِن دو پیار کرنے والوں کے درمیان ایک ہی ہستی، میری امی تھیں۔ آخری سانس تک ہم نے امید نہیں چھوڑی کی یہ کفر ہوتا۔۔ ہم نے اُس ہستی کے آگے اپنی امی کی زندگی کی بھیک مانگی۔ ہم اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر روئے بھی، تڑپے بھی، اپنی مناجات بھی حتی المقدور پیش کیں۔۔ کیسی مزے کی بات ہے کہ میری پیاری امی نے اس تمام عرصہ میں نہ ہمارا ساتھ چھوڑا نہ اُس خدا کا! نہ کبھی نااُمیدی کی بات کی اور نہ ہی اُس ہستی سے ملنے کی چاہ کو چھوڑا!

امی کا کینسر پھیل کر پھیپھڑوں میں بھی چلا گیا تھا جس کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری ہوتی تو بیٹھ کر آکسیجن ماسک لیتیں۔ کبھی میرا ہی دل چاہتا کہ امی تھک گئی ہوں گی، ذرا میرے کندھے پر سر رکھ لیں۔ لیکن میری امی کو خدائے واحد و یگانہ کے سوا کسی کے آگے سر جھکانا منظور ہی نہ تھا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ابو کے کسی دوست نے اپنی دانست میں مدد کی کہ ایک تعویذ دیا اور یہ بھی کہا کہ 'آپ بے شک کھول کر دیکھ لیں اس میں کلمہ طیبہ ہی لکھا ہوا ہے۔ جسم کے ساتھ لگا رہے گا تو بیماری ختم ہو جائے گی'۔ مگر امی نے قبول نہ کیا۔۔ آپ کا جواب تھا:

"کلمہ تو میری رُوح پر لکھا ہوا ہے یہ جسم تو مٹی کا ہے ڈھیر ہے"

یہ ایسا پختہ ایمان تھا جو قابل رشک بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی۔ میری امی جان کا یہی کامل ایمان تھا جو 29 ستمبر 1997ء کی رات ساڑھے گیارہ بجے امی کو ہمیشہ کے لئے امر کر گیا۔

میری سوچ جب بھی ماضی کے راستوں کا سفر کرتی ہے تو وہاں ایک نہائت خاموش طبع، صابرہ، شاکرہ، نہائت نرم دل، خوش مزاج، خوش اخلاق، ہر دلپسند، ہر دلعزیز، نہائت مہمان نواز، کفایت شعار، عجز اور انکساری سے بھرپور، قناعت پسند، سلیقہ شعار، اور گھریلو سی، اللہ سے بہت محبت کرنے والی اور دین کی غیرت رکھنے والی 'بشریٰ' سے ملاقات ہوتی ہے۔

امی کا ایک پیارا سا واقعہ یاد آتا ہے۔ ہمارے ہمسائے میں ایک بوڑھی سی خاتون رہتی تھیں جنھیں ہم خالہ جی کہتے تھے۔ وہ جماعت کی کافی مخالفت کرتی تھیں۔ ان کی طبعیت کچھ دنوں سے ٹھیک نہ تھی تو امی انکی عیادت کے لیے گئیں۔ باتوں باتوں میں وہ کہنے لگیں کہ یہ جو تم ہر وقت کہتی ہو کہ تم لوگ سچے ہو، تمہاری جماعت سچی ہے، اور خلیفہ سچا ہے، اتنی ہی سچی ہو تو تم کیوں نہیں دعا کرتی میرے لیے کہ میں ٹھیک ہو جاؤں۔۔۔ واپس آ کر امی نے دروازہ بند کر کے بہت رو کر اور تڑپ کر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میری ذات تو کچھ بھی نہیں، تیری ہی سچائی کا واسطہ ہے۔ اور اس وقت تک جائے نماز سے نہ اٹھیں جب تک اللہ سے تسلی نہ پالی۔۔۔ اسی طرح جا کر خالہ جی کو بتایا کہ آپ صبح تک ٹھیک ہو

جائیں گی۔ انہوں نے تو بالکل یقین نہ کیا کہ میرے سے تو ہلا بھی نہیں جارہا، بستر سے اٹھ کر باتھ روم جانا دُوبھر ہے اور یہ کہتی ہے کہ ٹھیک ہو جاؤں گی اور وہ بھی صبح تک۔ خیر جب صبح امی انکا حال پوچھنے گئیں تو پتہ چلا کہ سویرے ہی نہا دھو کر تیار ہو کر اپنی بیٹی کو ملنے چلی گئی ہیں۔

امی کی زندگی کے تین ہی ستون تھے۔ شوہر کی کامل فرمانبرداری، بچوں سے بے لوث محبت اور گھر۔۔۔ ہماری زندگیوں کا بھی وہ مرکزی نقطہ تھیں۔۔۔۔ ہر خوشی ہر غم اور زندگی کے ہر موڑ پر ایک نیا سوال ہوتا ہے اور ہمارے ہزاروں سوالوں کا ایک ہی جواب:

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

(سورۃ الزمر آیت 37)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

میری امی کی بہت خواہش تھی کہ میرا آخری اور مستقل ٹھکانہ ربوہ میں ہی ہو لیکن بظاہر ایسا ممکن نہیں لگ رہا تھا اس لئے کہ میری امی کی وصیت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے کہ ہم امی کو ربوہ ہی لیکر گئے۔ ایسا عجیب اتفاق ہے کہ 29 ستمبر کی صبح ہماری دادی جان بھی خدا تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں تھیں اور اسلام آباد میں رہنے والے سب رشتہ دار اُن کا جنازہ لیکر ربوہ چلے گئے ہوئے تھے۔ میرے ابو اور چھوٹی بہن بینا بھی دادی جان کے جنازے کے ساتھ چلے گئے تھے۔ اور امی کے پاس میں اور میرے دونوں بھائی، میری خالہ اور ایک ہمارے ایک اور بھائی تھے۔ جب امی کی وفات کی خبر ربوہ فضل منزل پہنچی تو وہاں سب کی عجیب ہی کیفیت ہوئی۔۔۔ اور ابو جو کہ دل کے مریض بھی ہیں۔ اُن کے لئے ایک طرف زندگی دینے والی ماں تھی اور دوسری طرف زندگی بھر کا ساتھ نبھانے کا وعدہ کرنے والی بیوی۔۔۔ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ وہیں ربوہ میں ماں کی میت کے پاس رہیں یا اسلام آباد بیوی کے جنازے کے لئے چلے آئیں۔

پھر ہماری خالہ، جنہیں ہم نے ہمیشہ کہا تو آنٹی۔۔۔ مگر وہ ہمیشہ ہمارے لئے ماں کے روپ میں ہی رہی ہیں۔۔ اُنہوں نے اور ابو نے مل کر فیصلہ کیا کہ ہم امی کو لیکر ربوہ جاتے ہیں۔ ہم یہاں انتظامات میں لگ گئے۔ اور میری بہن بینا وہاں ابو کے پاس، کبھی ابو کو Lexotanil دیتی اور کبھی زبان کے نیچے دوائی رکھتی۔ اپنے آنسو اور کرب تو اُس نے جیسے اپنے حوصلے میں دبا دیے، تبھی تو وہ ابو کو اسقدر غم کی حالت میں سنبھال سکی۔ پوری رات کھلے آسمان تلے ابو کی چارپائی پر ابو کے سرہانے بیٹھے امی کو ستاروں میں ڈھونڈتی رہی۔۔

میری امی کو ایک شعر بہت پسند تھا

ایک سانس کی طناب جو ٹوٹی تو اے شکیب
دوڑے ہیں لوگ جسم کے خیمے کو تھامنے

اور ایسا ہی ہو رہا تھا، روح تو اپنے پیارے کے حضور حاضر ہو چکی تھی اب جسم کو منزلِ مقصود تک پہنچانا باقی تھا۔

میری اُمی کے پاس کوئی جماعتی عہدہ تو نہیں تھا لیکن قرآن پاک کا ترجمہ جاننے، اپنے گھر اجلاس کروانے، ہر کام میں بھرپور شمولیت کرنے، ہمیں ہر چیز میں حصہ دلانے، باقاعدگی سے جمعہ پر مسجد لے کر جانے اور نہائیت ملنسار ہونے کی وجہ سے پوری جماعت میں پہچانی جاتی تھیں۔

اسلام آباد کی جماعت کے بھرپور تعاون سے 30 ستمبر کی صبح 8 بجے ہمارے گھر کے سامنے امی کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں بہت لوگوں نے شرکت کی۔ محلے کی خواتین یہاں تک کہ صفائی کرنے والی خواتین بھی آکر زاروقطار روتی رہیں کہ وہ اتنی محبت سے بات کرنے والی تھیں۔۔وہ کیوں اتنی جلدی چلی گئیں!

دوپہر دو بجے ہم ربوہ پہنچے اور عصر کی نماز کے وقت میری دادی جان اور میری پیاری امی دونوں کا ایک ساتھ جنازہ ادا کیا گیا۔ میری دادی جان کو بہشتی مقبرہ میں اور امی کو عام قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔اِنا للہ وَاِنا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں وہ ہماری پیاری امی کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم سب اُن کی تمام خواہشیں، جو بھی وہ ہم سے دل میں رکھتی تھیں اُن کو پورا کر سکیں اور جو بھی ہماری امی کے اندر خوبیاں تھیں ہم بھی اُن کو اپنا سکیں۔ اللہ اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ہم سب کے لیے بس اللہ ہی کافی رہے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جب انسان آخرت اور اس کی باتوں کو قصہ اور داستان سمجھے تو سمجھ لو کہ وہ رد ہوگیا اور دونوں جہانوں سے گیا گزرا ہوا۔ اس لئے کہ آخرت کا ڈر بھی تو انسان کو خائف اور ترساں (یعنی خوف زدہ اور پیاسا) بنا کر معرفت کے سچے چشمہ کی طرف کشاں کشاں لے آتا ہے اور سچی معرفت بغیر حقیقی خشیت اور خدا ترسی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس یاد رکھو کہ آخرت کے متعلق وسواس کا پیدا ہونا ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے اور خاتمہ بالخیر میں فتور پڑ جاتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول، صفحہ 34)

کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

در ایامِ کرب

مولا سمومِ غم کے تھپیڑے پنہ! پنہ!
اب انتظام دفعِ بلیّات چاہیئے

جھلسے گئے ہیں سینہ و دل جاں بلب ہیں ہم
جھڑیاں کرم کی، فضل کی برسات چاہیئے

مانا کہ بے عمل ہیں نہیں قابلِ نظر
ہیں "خانہ زاد" پھر بھی مراعات چاہیئے

پل مارنے کی دیر ہے حاجت روائی میں
بس التفاتِ قاضیِ حاجات چاہیئے

اتنا نہ کھینچ کہ رشتۂ امید ٹوٹ جائے
بگڑے نہ جس سے بات وہی بات چاہیئے

(الفضل 5جون 1954ء)

صبحِ مسرّت

(حضرت مصلح موعودؓ کے سفر یورپ سے واپسی کے موقعہ پر)

آج ہر ذرہ سرِ طور نظر آتا ہے
جس طرف دیکھو وہی نور نظر آتا ہے

ہم نے ہر فضل کے پردے میں اسی کو پایا
وہی جلوہ ہمیں مستور نظر آتا ہے

کس کے محبوب کی آمد ہے کہ ہر خورد و کلاں
نشۂ عشق میں مخمور نظر آتا ہے

شکر کرنے کی بھی طاقت نہیں پاتا جس دم
کیا ہی نادم دلِ مجبور نظر آتا ہے

(در عدن)

(الفضل 25نومبر 1924ء)

محبت کیا ہے؟

حقیقی اور مجازی محبت۔ محبت کا انتہائی مقام

(رفیقہ صداقت ایم-اے عربی، مجیم پارک)

"محبت ایک عربی لفظ ہے اور اصل معنی اس کے پُر ہو جانا ہے"

(روحانی خزائن جلد9، نورالقرآن 431)

اور اُردو میں اسکے معنی ہیں۔۔ پیار، الفت، چاہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"محبت کوئی تصنع اور تکلف کا کام نہیں۔ بلکہ انسانی قویٰ میں سے ایک قوت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کا ایک چیز کو پسند کر کے اسکی طرف کھنچے جانا"

(روحانی خزائن جلد9، نورالقرآن 430)

محبت مجازی بھی ہوتی ہے حقیقی بھی۔ جو کہ انسان کی جبلّت میں خدا کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے لیکن بنیادی طور پر ہر محبت کے تار محبت الٰہی سے جڑے ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک برتر ہستی کی تلاش کے ضمن میں فرماتے ہیں؛

"ایک برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے۔۔۔۔۔۔ کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعاً اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے۔۔۔۔۔ سو وہ کششِ محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ در حقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔"

(روحانی خزائن جلد10 اسلامی اصول کی فلاسفی، 363-364)

محبت اللہ کی بہت بڑی عطا ہے اور جسے ملتی ہے اُسے چمکا دیتی ہے محبت ایک آگ ہے کیونکہ وہ ایک نہ مٹنے والی خواہش کو پیدا کر دیتی ہے۔

"سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب میں فنا ہو جاتا ہے"

(روحانی خزائن جلد9، نورالقرآن 431)

"جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ ظلی طور پر بقدر اپنی استعداد کے اس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔"

(روحانی خزائن جلد9، نورالقرآن 430)

محبت کو جب انسانیت کے ناطہ سے دیکھا جائے تو محبت کے بغیر ہر چیز ہر تعلق ادھورا نظر آتا ہے۔ محبت خدمت خلق کرنے کا نام ہے۔ محبت سے ہم اپنی نفسانی خواہشات کو دبانا سیکھتے ہیں، اعلیٰ اخلاق کو حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے جینا سیکھتے ہیں۔

محبت دراصل ایک پاک صاف جذبہ ہے یہ اتنی بڑی طاقت ہے کہ بہت سارے لوگ اسی کے ذریعہ سے اعلیٰ کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ اور روشن میناروں کو چھو لیتے ہیں۔ یہی محبت جب کسی کے گھر کے اندر داخل ہو جاتی ہے تو اس گھر کو جنت کا نمونہ بنا دیتی ہے۔ دوسروں کے دلوں میں جگہ بنالینا محبت ہے اس سے گھر بستے ہیں اور حسین معاشرہ جنم لیتا ہے۔ جب ہم اپنے قیمتی وقت کے کچھ لمحے کسی کو دیتے ہیں، کسی کی سُن لیتے ہیں کسی کی آنکھ سے آنسوؤں کو چُن لیتے ہیں۔

غرض محبت احساس ہے دوسروں کے جذبات کو سمجھنے کا اور جو بھی محبت سے کئے گئے وعدوں کو نبھالیتا ہے وہ حقیقی جنت کو پالیتا ہے۔

خدا تعالیٰ اور اسکے پیارے رسول کریم ﷺ سے محبت تو ایک انمول خزانہ ہے جس کو مل جائے اسکے دونوں جہان روشن ہو جاتے ہیں۔ دین کی اصل جڑھ محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ نے فرمایا:

"محبت کا دعویٰ اور شے اور حقیقی محبت اور شے ہے۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ انسان اس وقت تک کبھی سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ عملاً خدا تعالیٰ سے ایسی محبت نہ کرے کہ اسکے مقابلہ میں نہ ماں باپ کی محبت ٹھہر سکے، نہ بیٹوں کی محبت ٹھہر سکے، نہ بھائیوں کی محبت ٹھہر سکے، نہ بیویوں کی محبت ٹھہر سکے، نہ قبیلہ اور قوم کی محبت ٹھہر سکے۔ خود رسول کریم ﷺ نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ۔۔ جس شخص میں یہ تین باتیں پائی جائیں اس کے متعلق سمجھ لو کہ اُسے حلاوتِ ایمان حاصل ہو گئی ہے۔ اوّل یہ کہ خدا اور اس کا رسول اسکی نگاہ میں تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔ دوم انسان دوسرے سے محض اللہ کے لئے محبت کرے۔ سوم ایمان لانے کے بعد وہ کفر کی طرف لوٹنا ایسا ہی ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالا جانا۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 327-328)

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے بندے ہیں جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کرتے ہیں۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) وہ کون ہیں تا کہ ہم بھی ان سے محبت کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ، وہ لوگ ہیں جو صرف خدا تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی علامت یہ ہے کہ ان کے چہرے منور ہونگے نورانی ممبروں پر وہ بیٹھے ہوں گے۔ دوسری ان کی علامت یہ ہے کہ جب لوگوں پر خوف آتا ہے تو وہ نڈر ہوتے ہیں اور جب لوگ اپنی گزشتہ باتوں پر جزع فزع کر رہے ہوتے ہیں تو وہ امن میں ہوتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 102)

مسلمانوں کے دین کا نام اسلام رکھا گیا ہے کیونکہ اسلام اس بات کو کہتے ہیں کہ بکلی خدا کے لئے ہو جانا اور اپنا کچھ باقی نہ رکھنا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

بَلٰی ۚ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ

(البقرہ:113)

"یعنی یہ کہ قربانی کی طرح میرے آگے گردن رکھ دو۔ ایسا ہی ہم اس وقت درجۂ استقامت حاصل کریں گے کہ جب ہمارے وجود کے تمام پرزے اور ہمارے نفس کی تمام قوتیں اسی کام میں لگ جائیں اور ہماری موت اور ہماری زندگی اسی کے لئے ہو جائے۔۔۔ تب وہ خدا جو ہمیشہ سے پیار کرنے والوں کے ساتھ پیار کرتا آیا ہے اپنی محبت کو اس پر اتارتا ہے اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے انسان کے اندر ایک نور پیدا ہوتا ہے جس کو دنیا نہیں پہچانتی اور نہ سمجھ سکتی ہے اور ہزاروں صدیقوں اور برگزیدوں کا اسی لئے خون ہوا کہ دنیا نے ان کو نہیں پہچانا۔ وہ اسی لئے مکار اور خودغرض کہلائے کہ دنیا ان کے نورانی چہرہ کو دیکھ نہ سکی۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 384،383)

محبت دراصل اپنی ذات کی نفی ہے محبت نام ہے دل کی گہرائیوں سے اپنے جسم کے تمام قویٰ کو قربان کر دینے کا اس ممتا بھری ماں کی طرح جس کے بچے کو عقاب اٹھا کر لے گیا اور پہاڑ کی بلند ترین چوٹی پر رکھ دیا اور وہ دیوانوں کی طرح اس اونچی اور سیدھی پہاڑی پر بغیر کسی سہارے کے چڑھ گئی اصل میں بچہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے اندر محبت کا بے پناہ جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ یہ تھی محبت کی طاقت!

خدا کے عاشق صادق حضرت محمد ﷺ نے اپنی تمام جوانی غار حرا کے پتھروں پر سجدے کرتے ہوئے گزار دی تو خدائے ذوالجلال نے اپنے بندے کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور ساری دنیا کے لئے رحمۃ اللعالمین بنا دیا۔

پھر اپنے پیارے بندے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام، فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ﷺ کی مسجد کے کونے میں گوشۂ تنہائی کی عبادت و ریاضت کو قبولیت کا شرف بخشا کہ زمانے کے لئے مسیحا بنا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے۔ اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اسکی خدا میں ہی ہو جائے یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہا جاتا ہے۔۔ اس حالت میں۔۔۔۔ خدا نیکی کی محبت کو اپنے ہاتھ سے اسکے دل میں لکھ دیتا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 10 اسلامی اصول کی فلاسفی، 378-379)

حقیقی محبت کا ایک انتہائی لافانی تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے واقعۂ معراج کی تشریح میں یوں بیان فرمایا ہے:

"اس واقعہ میں کسی ظاہری آسمان کا ذکر نہیں بلکہ قلبِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرنے والے ایک غیر معمولی ماجرا کا ذکر ہے۔ ایک ایسا کشف جس کی کوئی نظیر کسی دوسرے نبی کی زندگی میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کا دل اللہ کی محبت میں اُفق کی طرف بلند ہوا اور اللہ اپنے بندے کی محبت میں اس کے دل پر اُتر آیا۔ اور قابَ قَوسَین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ وتر بن گئے جو اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قوسوں کے درمیان ایک ہی وتر تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی قوس سے چلنے والا تیر وہی تھا جو آنحضرت ﷺ کی قوس سے چلتا تھا"

(قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ صفحہ 959)

"محبت ایک عجیب طاقت ہے۔ اس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محبت کی تعریف میں ایسا کلام پیش فرمایا ہے جو مجھے دنیا کے لٹریچر میں اور کہیں دکھائی نہیں دیا فرماتے ہیں۔

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم بَرَہِ یار تو یکساں کردی

اے محبت تو عجیب چیز ہے تو نے حیرت انگیز نشان ظاہر کئے ہیں۔ زخم اور مرہم کو برابر کر دیا ہے۔ یعنی خدا کی راہ میں اب مجھے زخم لگے تب بھی مرہم کا سا سرور ہے اور جب مرہم لگے تو اس پر بھی مرہم کا سا سرور ہے۔"

(حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ۔ صفحہ 27)

میری ذات پہ۔۔

(شاعرہ۔ اسارہ خان صاحبہ)

میری ذات پہ یوں تیرے احسان ہوئے جاتے ہیں
اندھیرے بھی روشنیوں کا سامان ہوئے جاتے ہیں

ذرے سے یوں آفتاب بنا ڈالا ہم کو
تیری نظرِ کرم پہ حیران ہوئے جاتے ہیں

جلوہ گر ہے تیرا عکس ہر شے میں اس طرح
کافر بھی ہیں کہ اب قربان ہوئے جاتے ہیں

بخشش کی کچھ انتہا نہیں تیری کہ اب
گنہگار تیری جنتوں کے دربان ہوئے جاتے ہیں

مقبول یہ دعا تھی کہ خوش قسمتی اپنی
جانے کیسے وہ ستمگر مہربان ہوئے جاتے ہیں

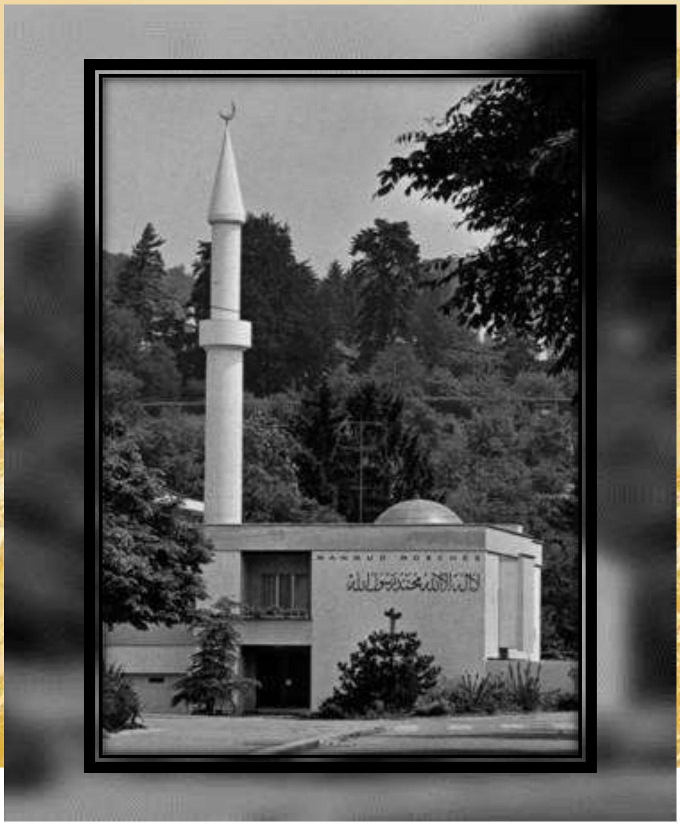

(محمود مسجد، زیورک)

سوئٹزرلینڈ کے مرکزی شہر زیورک میں خانۂ خدا تعالیٰ کی عمارت کا سنگِ بنیاد

(فریدہ بشارت، Stevenage North)

میری معزز قاریات جانتی ہیں اور بہت کچھ شور بھی سنتی ہیں کہ ہر طرف معاشرے میں عورت کے مقام اور آزادیٔ عمل پر کتنی باتیں ہوتی ہیں مگر ہم یہ بھی جانتی ہیں کہ بیشتر اوقات وہ محض 'باتیں' ہی ہوتی ہیں۔ آیئے آج آپ کو اسلام میں عورت کے بلند مقام و مرتبہ کی ایک بہترین حقیقی تصویر دکھاؤں!

اس دلکش نظارے کی تفصیل جاننے کے لئے کی ایک خبر سنیئے جو الفضل 28 اگست 1962ء کی زینت بنی تھی:

ایک یادگار واقعہ

"تاریخ احمدیت میں یہ واقعہ ہمیشہ یادگار رہے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی دختِ کرام سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ نے۔۔۔ قلبِ یورپ یعنی سوئٹزر لینڈ کے مرکزی شہر زیورخ میں خانۂ خدا تعالیٰ کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اپنے دستِ مبارک سے بنیادی اینٹ نصب فرمائی۔۔۔ جس پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دعا کی ہوئی تھی۔ اس مبارک تقریب میں سوئٹزر لینڈ اور آسٹریا کے احمدی احباب کے علاوہ دیگر ممالک کے احباب نے بھی شرکت کی۔ اور پریس نے گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اخبارات اور ریڈیو کے نمائندے بھی اس بابرکت تقریب کے موقع پر موجود تھے۔ ریڈیو نے ساری کارروائی ریکارڈ کرنے کے علاوہ حضرت سیدہ موصوفہ کا ایک خصوصی پیغام بھی ریکارڈ کیا۔"

(دختِ کرام، صفحہ 116-117)

اس غیر معمولی اعزاز کی تفصیل میں سب سے پہلے میں آپ کو بتاؤں گی کہ حضرت بیگم صاحبہؓ سے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھوانے کے محرکات کیا بنے۔ اسے بلاشبہ تقدیر کا معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

حضرت سیّدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد میں سے آخری وجود تھیں۔ جب آپؓ کے شوہر جناب حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ ایک طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے تو آپ کی اپنی صحت بھی بہت متاثر ہو گئی تھی۔ لیکن اس حال میں بھی آپؓ کو خود سے زیادہ آپؓ کی چھوٹی صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ کی پریشانی کا خیال تھا۔ آب و ہوا تبدیل کرنے کے لیے آپؓ نے انہیں ان کی بڑی بہن کے پاس لندن بھیجنا چاہا لیکن ان کی طبیعت کی پژمردگی دیکھ کر اور سب کے کہنے پر خود ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔ یہ تھا اس سفر یورپ اختیار کرنے کا پس منظر اور یوں یہ سفر محمود مسجد زیورخ کی تقریبِ بنیاد کا باعث بنا اور عیسائیت کے گڑھ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی بیٹی کے ہاتھوں بیت اللہ کی بنیاد رکھی گئی۔

محترم چوہدری مشتاق احمد باجوہ صاحب مجاہد سوئٹزر لینڈ تحریر فرماتے ہیں:

"۔۔۔اور وہم میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد میں سے کسی کے ہاتھوں بیت زیورچ کا سنگِ بنیاد رکھا جائے گا۔۔۔عاجز نے یہاں سخت نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہ کام شروع کیا اور جملہ مراحل یکے بعد دیگرے محض اس کے کرم سے سر انجام پا گئے۔۔۔ بنیاد رکھنے کا وقت قریب آ رہا تھا کوئی انتظام نہ ہونے کے باوجود قلب کو اطمینان تھا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی جناب سے سامان پیدا کر دے گا۔ اچانک ایک دن امام صاحب بیت الفضل لندن چوہدری رحمت خان صاحب کا مکتوبِ گرامی آیا جس میں حضرت سیّدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی تشریف آوری کا ذکر تھا۔ یہ خبر اتنی غیر متوقع اور خوشکن تھی کہ اس کے سچا ہونے پر یقین نہ آتا تھا۔۔۔ خاکسار نے حضرت بیگم صاحبہؓ کی خدمت میں بذریعہ تار یورپ تشریف آوری پر خوش آمدید عرض کیا اور خانۂ خدا زیورچ کا سنگِ بنیاد رکھنے کی درخواست کی۔ آپؓ نے کمال شفقت سے اسے منظور فرمایا اور تحریر فرمایا کہ وہ اسے بڑی سعادت سمجھتی ہیں۔۔۔"

(دختِ کرام، صفحہ 120-121)

حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ اس سعادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بیٹھے بٹھائے یہ سعادت میرے حصّہ میں آجائے گی۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے میری سیر و سیاحت کو بھی مذہبی رنگ دے دیا۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

(دختِ کرام، صفحہ 126-127)

میری معزز بہنیں یقیناً اس مبارک تقریب کی چند جھلکیاں دیکھنا پسند فرمائیں گی۔ اس کے لیے آپ کو میرے ساتھ زیورک کی فورتھ سٹریٹ چلنا ہو گا۔

سنگِ بنیاد کی تقریب

25 اگست 1962ء۔۔۔سڑک پر واقع Protestant چرچ کے بالمقابل خانۂ خدا کا سنگ بنیاد رکھے جانے کی ساری تیاریاں مکمل تھیں۔ ہلکی ہلکی بارش صبح سے جاری تھی جو تقریب کا آغاز ہوتے ہی تھم گئی۔ سب لوگ معزز مہمانوں کے منتظر تھے جو چند منٹوں میں پہنچنے والے تھے۔۔۔اور لیجئے وہ آ گئے۔ معزز مہمانوں میں حضرت سیدہ بیگم صاحبہؓ کے علاوہ محترمہ صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی قدسیہ بیگم

صاحبہ، صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب شامل تھے۔۔ یہ نظارہ سوئس آنکھوں کے لئے بہت عجیب تھا۔ مہمانوں کے آتے ہی پریس فوٹو گرافروں کے کیمرے حرکت میں آگئے۔

سب سے پہلے جماعت سوئٹزرلینڈ کی طرف سے السلام علیکم اور خوش آمدید کہنے کے لیے ایک نو مسلم بہن مس فاطمہ ہلڈر شو آگے بڑھیں۔ پھول پیش کئے گئے۔ ان کے ہمراہ دوسری نو مسلم بہن مس جمیلہ سوسترنگ تھیں۔ حضرت بیگم صاحبہؓ ان دونوں کے ہمراہ سٹیج کی طرف تشریف لے گئیں۔ پھر آپ خاص تیار شدہ سیڑھیوں کے ذریعے نیچے بنیاد کی جگہ تشریف لے گئیں۔ ایک بالٹی میں سیمنٹ تیار رکھا تھا۔ مشتاق احمد باجوہ صاحب نے آپ کی خدمت میں بیت مبارک کی وہ اینٹ پیش کی جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے دعا کے بعد ربوہ سے بھجوائی گئی تھی۔ آپؓ نے اس پر سیمنٹ لگایا اور دعا کے بعد بنیاد میں رکھ دی۔ اس کے بعد بیگم صاحبہؓ سیڑھیوں سے ہوتی ہوئی واپس اوپر تشریف لائیں۔ مشتاق احمد باجوہ صاحب نے حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد کعبہ کے موقع کی دعائیں تلاوت کیں۔ حضرت بیگم صاحبہؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیغامی کلمات فرمائے۔ جن میں آپؓ نے سوئس لوگوں کا اس موقع پر تعاون اور دلچسپی کا مظاہرہ کرنے پر شکریہ ادا کیا اور ان کو نصیحت فرمائی کہ اسلام کو بغیر کسی تعصب کے پڑھیں اور اس کی دعوت پر غور کریں۔ آپؓ کے کلمات کا جرمن ترجمہ بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ آخر میں تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر آپؓ کے ساتھ دعا کی۔ اس طرح یہ تاریخی تقریب انجام پذیر ہوئی۔

(ماخوذ از دختِ کرام، صفحہ 122-124)

آیئے اپنے ازدیادِ ایمان کے لیے کچھ سوئس اخبارات کے تراشے دیکھیں:

In Zürich wird eine Moschee gebaut

"بڑی بحث کے بعد ایک مسجد یعنی مسلمانوں کے خدا کا گھر بن رہا ہے۔ اس کے اخراجات پاکستان کی احمدیہ جماعت اٹھائے گی۔ یہ جماعت مرزا غلام احمد (علیہ السلام) جو ایک ریفارمر ہیں انہوں نے بنائی ہے۔ ان کا نقطۂ نظر ہے کہ وہ یورپ میں تبلیغِ اسلام کا کام کریں گے اور جو غلط فہمیاں اسلام کے بارے میں ہیں انہیں دور کریں گے۔ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بیٹی سے سنگِ بنیاد رکھوانے کا مقصد یہ ظاہر کرتا ہے کہ عورت کا مقام اسلام میں بہت بلند ہے۔ زیورک میں مسجد کا بننا ایک رجحان کو ظاہر کرتا ہے کہ ہم چاہیں نہ چاہیں یہ شہر ایک Cosmopolitan صورت اختیار کرے گا۔ احمدیہ جماعت کے لوگوں کا کہنا ہے کہ دنیا میں امن تبھی قائم ہو سکتا ہے جب ہم خدا کی وحدانیت کو قائم کر کے اس سے تعلق بنائیں۔ اس روح اور تصور کو ہم اپنے خوبصورت شہر میں خوش آمدید کہتے ہیں"

Orient kommt nach Zürich – Begum mauerte den Grundstein fest

"مشرق زیورک آرہا ہے"

"کالے برقعہ میں ملبوس بیگم جماعت کے روحانی پیشوا کی بیٹی زیورک کی Forth Street میں سنگ بنیاد رکھ رہی ہیں۔ Protestant چرچ اس کے مقابل ہے۔ یہاں کچھ مہینوں میں ایک مینار کھڑا ہو جائے گا۔ یہ سوئٹزرلینڈ کی پہلی مسجد کا مینار ہو گا۔

اس موقع سے قبل ہیمبرگ میں بھی حضرت بیگم صاحبہؒ نے اخبارات کو جو انٹرویو دیئے، ان کا حال بیان کرتے ہوئے صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں:

"امی سر سے پاؤں تک برقع میں ملبوس آنکھوں پر دھوپ کی عینک لگائے باہر آئیں۔۔۔۔ انٹرویو زیادہ تر عورت کا اسلام میں مقام پر ہوا۔ امی نے اس کو بتایا کہ عورت تو اپنے گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔ اسلام نے ہی عورت کو اس کا صحیح مقام دلایا ہے۔ ہمارے ہاں جنت ماؤں کے قدموں تلے سمجھی جاتی ہے۔۔۔۔ دوسرے دن تمام اخبارات میں ہماری بڑی بڑی تصاویر اور امی کا انٹرویو شائع ہوا۔۔۔ اور یوں جرمنی میں بھی امّی کا آنا تربیت کا ذریعہ بنا۔"

(دختِ کرام، صفحہ 137)

اس سفر سے واپسی ہوئی تو 30 اکتوبر 1962ء کو احمدیہ ہال کراچی میں احمدی بہنوں سے ملاقات کے دوران خطاب کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا تھا:

"میرا یورپ جانا محض ایک اتفاق تھا۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ زندگی میں اگر مجھے کوئی مجنونانہ شوق رہا ہے تو وہ غیر ممالک کی سیاحت کا تھا۔ حالات ہی ایسے پیدا ہوتے رہے کہ اُس وقت یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔۔۔۔ میرا یہ سفر اتفاق اس لئے بن گیا کہ اب یہ برسوں کی پالی ہوئی آرزو بالکل مردہ ہو چکی تھی۔۔۔ مگر اکثر اوقات انسان کی آرزو تب پوری ہوتی ہے جب اس کی رغبت اور اہمیت فنا ہو چکی ہوتی ہے۔ میرے ساتھ تو اکثر ایسا ہوا ہے"

(دختِ کرام، صفحہ 125-126)

میں جانتی ہوں کہ آپ سب دختِ کرام کے ان الفاظ میں چھپے درد اور تشنگی کو محسوس کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا:

"میں ہالینڈ سے جرمنی تک صرف اپنی ایک بچی فوزیہ کے ساتھ تنہا تھی۔ جب پلین نے لینڈ کیا تو مجھے قدرتی طور پر گھبراہٹ ہوئی کہ یہاں تو کوئی زبان بھی نہیں سمجھتا۔۔۔ خیر میں نے فوزیہ سے کہا کہ مسافروں کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔۔۔ ابھی دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تھا کہ لوگوں نے لپک لپک کر ہمارے ہاتھوں کے سب بوجھ اٹھا لئے۔۔۔ اور وہیں ہم پر پھول لاد دیئے گئے۔۔۔ میری ایسی کیفیت ہوئی جو صرف محسوس کی جا سکتی ہے بیان نہیں ہو سکتی۔۔۔۔ دیگر مسافران جہاز حیرت سے دیکھنے لگے کہ یہ دو برقع پوش گمنام سی معمولی عورتیں کیا چیز نکلیں کہ ایسا شاندار استقبال ان کا ہو رہا ہے۔ میرا دل تشکر و

امتنان کے جذبات سے لبریز تھا زبان بند تھی مگر میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر رہے تھے۔ میں اپنی گھبراہٹ پر اللہ تعالیٰ کے حضور اتنی نادم تھی جس کی انتہا نہیں۔۔۔۔ سو یہ تھی وہ برکتِ احمدیہ جس کا تجربہ مجھے اس سفر میں ہوا۔ میں سوچا کرتی ہوں کہ اپنے وطن میں 20 سال ریاضت کر کے بھی میرا ایمان خدا تعالیٰ پر اس پایہ کا نہ ہوتا جتنا اس تین ماہ کے ممالکِ غیر کے قیام میں ہوا“

(دختِ کرام، صفحہ 127-128)

بزمِ ادب

حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا

عِلم کی قدر اور ادبی ذوق

معزز قارئین! اس شمارے میں ہم حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی علم و فضیلت اور ان کی ادب سے وابستگی کا ذکرِ خیر کریں گے۔

آپؓ کو علم کی بہت قدر تھی اس لئے تعلیم دینے والے کا خیال بھی بہت رکھتیں۔ محترمہ استانی سکینہ صاحبہ نے بتایا: جب صاحبزادی امتہ الحفیظ بیگمؓ صاحبہ پانچ چھ سال کی ہوئیں تو حضرت اماں جانؓ نے مجھے ان کو پڑھانے پر مقرر کیا۔ میں نے ان کو اردو لکھنا پڑھنا سکھانا شروع کیا۔ اس عرصہ میں اماں جان رضی اللہ عنھا نے مجھ پر اتنی مہربانیاں کیں اور میری زندگی کی ہر ضرورت کو پورا کیا کہ میری ساری فکریں جاتی رہیں اور جب محترمہ صاحبزادی صاحبہ کی شادی ہوئی تو آپ نے قریب ہی زمین بھی دی کہ اس پر مکان بناؤ۔

حضرت اماں جانؓ علم کی قدر بھی کرتیں اور خدا تعالیٰ نے انہیں علم عطا بھی کیا تھا۔ جب بھی کوئی کسی قسم کا اعتراض کرتا آپ (دین) کی تعلیم سے دلیل دے کر اس کا جواب دیتیں۔ بیگم سیٹھ عبداللہ بھائی نے بتایا کہ:

"ایک مرتبہ ہم چند بہنیں حضرت اماں جانؓ کے پاس بیٹھیں تھیں۔ میں نے کپڑے کی چند گڑیاں دیکھیں جو بچوں کے کھیلنے کے لیے رکھی ہوئی تھیں میں نے عرض کیا" گڑیاں کیوں رکھی ہیں دین نے تو منع فرمایا ہے۔" آپ نے بغیر برا مانے جواب دیا"اصل بات یہ ہے کہ دین حق نے اس چیز کو منع کیا ہے جو ہندو بت بنا کر بڑی عزت سے گھروں میں رکھتے ہیں۔ ان کو خدا کی صفات دے کر عبادت کرتے ہیں اس لیے اللہ نے اس شرک کو روکنے کے لیے بُت بنانے سے منع فرمایا۔ عرب کے لوگ بھی جہالت کے زمانہ میں بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس لیے اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے اس بات کو دور کرنے کے لیے بتوں کے بنانے یا رکھنے سے منع فرمایا، لیکن اس قسم کے کھلونوں کو نہیں روکا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گڑیا سے کھیلا کرتی تھیں۔ اس قسم کی کسی بھی چیز کو اللہ کی صفت دیکر عبادت کی غرض سے گھر میں رکھنا بے حد گناہ اور شرک ہے۔"

وہی خاتون کہتی ہیں کہ پھر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دوسرے احباب کی تصویریں دیکھ کر اعتراض کیا۔ اس پر حضرت اماں جانؓ نے جواب دیا۔ حضرت صاحب (علیہ السلام) کی تصویر عبادت یا پرستش کے لیے نہیں بلکہ یہ تو اس لیے ہے کہ جو لوگ دور کے ملکوں میں رہتے ہیں وہ اس طرح اپنے امام کا چہرہ دیکھ لیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہے اور انگریز اور دوسرے مغربی ملکوں کے لوگ تصویر کو دیکھ کر انسان کے اخلاق وغیرہ کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ یہ تصویر تو خود دعوت الیٰ اللہ کا ذریعہ ہے۔ اگر صرف تصویر رکھنا منع ہوتا تو تم جو جیب میں روپیہ رکھتی ہو، بچوں کی کتابوں میں تصویریں ہوتی ہیں پھر تو یہ سب منع ہوتا۔ میں نے کہا اس بات سے تصویر کا مسئلہ بھی سمجھ آ گیا

۔تیسرا واقعہ انہوں نے یہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ بعض بیبیوں نے اپنے بالوں میں پراندے ڈال کر چوٹیوں کو بڑھایا ہوا تھا۔ میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو آپؓ نے فرمایا:

"یہ تو ریشم کے پراندے ہیں (اصلی) بالوں کے نہیں ان کا ڈالنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے ظالم لوگ عورتوں پر بڑے بڑے ظلم کرتے تھے۔ ان کے بال زبردستی کاٹ کر بیچتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ عورتوں کے بالوں میں بال نہ ڈالے جائیں"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی اردو لفظ کے خاص استعمال کے بارہ میں پوچھنا ہو تا تو سب سے پہلے حضرت اماں جانؓ سے پوچھتے۔ اگر کوئی شبہ رہ جاتا تو پھر نانا جان یا نانی جان سے پوچھتے۔ اماں جان رضی اللہ عنہا کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیا کرتیں۔

ایک بار حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ جب مالیر کوٹلہ میں تھیں تو ان کو عید کے موقع پر یہ شعر لکھ بھیجے:

تم تو اپنے گھر میں بیٹھی خرم و دلشاد ہو
ہر طرح کے فکر و غم سے دور ہو، آزاد ہو
دیکھ کر بچوں کو اپنے گرد ہنستے کھیلتے
فضلِ مولیٰ سے مناتی عید کیا اعیاد☆ ہو
حال کیا اس کا بتاؤں جس کی بچی ہے جدا
تم بھلا بیٹھی ہو اُس کو پر اسے تم یاد ہو

(☆عید کی جمع)

ایک دفعہ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے طالب علموں میں سے ایک نے جن کا نام مولوی نظام الدین تھا ایک کاغذ پر روٹی کی شکایت لکھ کر بھیجی جو اندر سے پک کر آئی تھی:

اگر روٹی یہی بڑھیا پکاوے
کرو رخصت کہ پھر سب گھر کو جاوے
والاّ عرض کرنا ہے ضروری
کہ ہو روٹی مصفّا اور تنوری

یہ دونوں شعر ٹوٹے پھوٹے تھے۔ بس جو وہ لکھ سکے لکھ کر بھیج دیا، لیکن حضرت اماں جانؓ نے اسی وقت اسی کاغذ کے پیچھے یہ شعر لکھ کر بھیج دیے:

ہمیں تو ہے یہی بڑھیا غنیمت
جو روٹی کو پکا دیتی ہے بر وقت
جسے بڑھیا کے ہاتھوں کی نہ بھاوے
تو لاوے اس کو جو اچھی پکاوے

(کتاب سیرت حضرت اماں جانؓ، صفحہ 40-44)

آلو بخارے کی چٹنی

1۔ خشک آلو بخارا، 1/2 کلو

2۔ پانی، ایک لیٹر

3۔ چینی، ایک کپ

4۔ کالی مرچ، ایک چائے کا چمچ (پسی ہوئی)

5۔ سرخ رنگ (فوڈ کلر)، آدھا چائے کا چمچ

6۔ بادام، 10 سے 15 عدد

7۔ چار مغز (خربوزے کے بیج) 2 کھانے کے چمچ

ترکیب:

۔ خشک آلو بخارے کو پانی میں 3 سے 4 گھنٹوں کیلئے بھگو کر رکھ دیں۔

۔ اس کے بعد خشک آلو بخارے کو پانی سے نکال کر اس میں ایک لیٹر پانی شامل کر کے چولہے پر چڑھا دیں، جب ابال آجائے تو اس میں ایک کپ چینی شامل کر لیں اور چمچ ہلاتے رہیں۔ 10 منٹ تک اسی طرح پکنے دیں۔

۔ پھر اس میں ایک چائے کا چمچ کالی مرچ کا پاؤڈر شامل کر لیں۔ چمچ مستقل ہلاتے رہیں تا کہ تمام اجزا ایک جان ہو جائیں اور چٹنی گاڑھی ہو۔

۔ اب اس میں آدھا چائے کا چمچ سرخ رنگ بھی شامل کر لیں اور چمچ ہلاتے رہیں۔

۔ اس دوران وقفے وقفے سے چمچ کے ساتھ آلو بخاروں کو دباتے رہیں تا کہ چٹنی خوب گاڑھی ہو، اسی طرح 15 سے 20 منٹ تک پکاتے رہیں۔

۔ اس کے بعد اسے چولہے سے اتار لیں اور اس میں چار مغز اور بادام شامل کر لیں۔

لیجئے آلو بخارے کی مزیدار چٹنی تیار ہے!